BOOK HOME

Religion Series

اسلام

تاریخ، عقائد، فلسفہ

رابرٹ وین ڈی ویئر

ترجمہ: ملک اشفاق

BOOK HOME

ISLAM
edited by: Robert Van De Weyer

اسلام

تاریخ، عقائد، فلسفہ

رابرٹ وین ڈی ویئر

ترجمہ: ملک اشفاق

اہتمام	رانا عبدالرحمٰن
پروڈکشن	ایم سرور
سرورق	ریاظ
کمپوزنگ	محمد انور
پرنٹرز	نوید حفیظ پرنٹرز، لاہور
اشاعت	2007ء
ناشر	بک ہوم لاہور

بک سٹریٹ 46- مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 042-7231518-7245072
E-mail:bookhome1@hotmail.com - bookhome_1@yahoo.com

فہرست

پیش لفظ

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو وحی کی صورت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ اس مقدس ترین کتاب میں انسانوں کے لیے رہنما اصول واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

اسلام عین دین فطرت ہے، اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، دین اسلام کی بنیاد "صراط مستقیم" پر ہے۔ یعنی "سیدھا راستہ"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ تمام مسلمانوں کے لیے مثالی نمونہ ہے۔ مسلمان آپ کی سیرت کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بنی نوع انسان کو محبت، رواداری، حسن سلوک کا لافانی درس دیا۔ انہوں نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا، تمام انسان برابر ہیں، کسی انسان کو رنگ، نسل، ذات اور قبیلے کی بنا پر کوئی برتری حاصل نہیں، جبکہ کردار اور عمل کی بنا پر فضیلت حاصل ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، آخرت پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اسلام، رواداری، امن، محبت اور انسانی بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ اسلام میں کوئی جبر نہیں، اسلام نیکی، صلح اور اخوت کا پیغام دیتا ہے تا کہ تمام دنیا کے انسان صلح و آشتی سے مل جل کر رہیں۔ اسلام اقلیتوں کے تحفظ کا ضامن ہے۔

بک ہوم نے ریلیجن سیریز (Religion Series) کا اہتمام کیا ہے جس کا مقصد

دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے بنیادی عقائد، تاریخ، فلسفہ کوانہیں مذاہب کے بنیادی ماخذوں کے حوالے سے بیان کرنا ہے۔ زیرنظر کتاب ''اسلام'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کیونکہ موجودہ دور کا تقاضا ہے کہ مختلف مذاہب کا تقابلی جائزہ لیا جائے اور ''بین المذاہب مکالمے'' کے حوالے سے ان میں مشترک انسانی اقدار، اخلاقیات، رواداری کو عیاں کر کے دنیا کے انسانوں کو قریب لایا جائے۔ اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق دنیا کے تمام انسانوں کو اپنے عقائد پر عمل کرنے کی اجازت اور تحفظ ہونا چاہیے۔ دنیا میں جہاں بھی اقلیتیں موجود ہیں ان کا تحفظ ہونا چاہیے اور ان کو اپنے مذہب کی آزادی ہونی چاہیے۔ کیونکہ دنیا سمٹ کر ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے تمام دنیا کے انسانوں کے مسائل ایک جیسے ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لیے دنیا بھر کے انسانوں کو انسانیت کے نام پر متحد کیا جاسکتا ہے کیونکہ جنگیں، غربت اور افلاس انسانوں کی تباہ و بربادی کا باعث ہوتی ہیں۔ اگر ان کو کسی مشترکہ ایشو پر متحد کر دیا جائے تو دنیا سے بہت سی مشکلات جو کہ انسانوں کو درپیش ہیں ان کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ رواداری کے اس نظریئے کو اپنایا جائے'' کہ اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور دوسرے کے عقیدے کو چھیڑو نہیں'' کیونکہ دنیا کے تمام بڑے مذاہب نیکی اور بھلائی کی تبلیغ کرتے ہیں اور انسانوں کی فلاح و بہبود کی بات کرتے ہیں۔ آپس کے اختلافات کو چھوڑ کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کی بجائے اپنی اپنی تہذیبوں کے حق کو تسلیم کیا جائے تو دنیا جنگ کی بجائے امن اور شانتی کا مرکز بن جائے گی۔

میں مولانا محمد صادق صاحب اور قاری محمد رمضان صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مذکورہ کتاب ''اسلام'' میں میری رہنمائی فرمائی۔

ملک اشفاق

تعارف

اسلام کا مطلب ہے سلامتی۔ مسلمان وہ شخص ہے جو خدا کو وحدۂ لاشریک مانتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کرتا ہے۔

610 عیسوی میں مکہ کی ایک گھاٹی میں جس کو غار حرا کہا جاتا ہے اللہ کی جانب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے۔ آپؐ نے اللہ کے اس پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔ اللہ کی جانب سے مرحلہ وار آپؐ پر قرآن مجید وحی کی صورت میں تیئیس (23) سال تک نازل ہوتا رہا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں مختلف قوموں میں پیغمبر مبعوث فرمائے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی قرآن کو عرب کے مختلف قبائل تک پہنچانے میں گزری۔ آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے پیروکاروں نے اسلام کو قبائل عرب سے نکال کر پوری دنیا میں پہنچا دیا اور اس طرح بڑی بڑی مسلمان، اسلامی حکومتیں اور اسلامی معاشرے وجود میں آئے۔ اور اسلام دنیا کا اعلیٰ ترین الہامی مذہب بن گیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی:

آپؐ کے وصال کے تقریباً ایک سو سال بعد ایک تاریخ دان ابنِ اسحاق نے آپؐ کی زندگی کے بارے میں معلومات اور آپؐ کی بہت سی احادیث اکٹھی کیں اور ایک ترتیب کے ساتھ انہیں درج کیا۔ ابنِ اسحاق کے کام سے معلوم ہوتا ہے اس نے انتہائی ایمانداری سے آپؐ کی زندگی کے تمام حالات وواقعات تاریخ میں درج کیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں کے ذکر کے علاوہ آپ کی ناکامیوں کا ذکر بھی کیا ہے۔

ابنِ اسحاق نے جو کچھ اپنی تاریخ میں نقل کیا تقریباً تمام سیرت نگاروں نے کم وبیش ابنِ اسحاق ہی کے حوالوں کو درج کیا ہے۔

تاریخ ابنِ اسحاق

عرب کا قبیلہ قریش:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل قبیلہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل کے لوگوں نے خدائے واحد کی عبادت ترک کر دی تھی اور خدائے واحد کی بجائے پتھروں وغیرہ یا پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کو پوجنا شروع کر دیا تھا۔

قبیلہ قریش مکہ میں رہائش پذیر تھا، جب مکہ کی آبادی بڑھنا شروع ہوئی اور عام لوگوں نے مکہ کے گردونواح میں مکان تعمیر کر لیے۔ وہ لوگ اپنے ساتھ مختلف قسم کے پتھر بھی لے آتے اور ان پتھروں کو خانۂ خدا میں رکھ کر اس کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ جس طرح وہ خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ اور پھر یہی پتھروں کا تقدس بت پرستی میں بدل گیا۔ اور وہ خدائے واحد کی عبادت کو چھوڑ گئے جس کی عبادت ان کے آباؤاجداد کیا کرتے تھے۔

جس طرح نسلیں بدلتی گئیں اسی طرح اہل قریش بھی وہ سبق بھول گئے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو دیا تھا اور اس کے بعد ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انہیں خدائے واحد کا پیغام دیا تھا۔

البتہ کچھ قدیم روایات اسی طرح قائم رہیں، جیسا کہ سال کے ایک مخصوص مہینہ میں خانہ

کعبہ کا حج کرنا طواف اور رمی وغیرہ۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ صفحہ 52,51

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت:

جب حضرت بی بی آمنہ حاملہ ہوئیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ اس آواز نے کہا کہ آپ کی کوکھ میں جو بچہ ہے، وہ آئندہ آنے والے لوگوں کا سردار ہے۔ جب اس بچے کی ولادت ہو گی تو بہت سے لوگ اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا۔ آپ اس کا نام محمد رکھیں اور اس کے بعد ان کے گھر سے ایک روشنی نکلی، اس روشنی میں حضرت بی بی آمنہ کو ایک قلعہ نما عمارت نظر آئی جہاں سے پوری دنیا پر حکومت کی جاتی تھی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد آپ کی ولادت سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ آپ کی ولادت عام الفیل کے سال میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی ولادت کی خبر آپؐ کے دادا کو پہنچائی۔ آپؐ کے دادا نومولود کو دیکھنے آئے تو حضرت بی بی آمنہ نے آپ کے دادا کو اس آواز کے متعلق بتایا جو اسے حاملہ ہونے کے دوران سنائی دی تھی۔

آپؐ کے دادا آپ کو خانہ کعبہ لے گئے جو کہ مکہ کی مقدس ترین جگہ تھی۔ آپ کے دادا نے آپ کی ولادت کا اللہ کے گھر میں شکر ادا کیا۔ تب آپ کے دادا آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے کر آ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق دائی کا بندوبست کیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ صفحہ 103,102

آپؐ کے دادا کی پیشن گوئی:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ اور دادا عبدالمطلب کے ساتھ رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ آپ کی صحت بہت اچھی تھی، جو بھی آپ کو دیکھتا وہ آپ کی تعریف کرتا۔ جب آپؐ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے لیے آپ کے چچاؤں نے ایک شاندار تخت بنایا جو کہ خانہ کعبہ کے سائے میں ڈال دیا جاتا۔ آپ کے دادا اس تخت پر بیٹھتے یا لیٹتے اور آپ کے چچا اس تخت

کے گرد بیٹھتے اور کوئی بھی حضرت عبدالمطلب کے تخت پر کبھی نہ بیٹھتا، کیونکہ سب ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب آپ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے، آپؐ آئے اور چھلانگ لگا کر تخت پر چڑھ گئے۔ آپ کے چچاؤں نے آپ کو تخت سے اتارنے کی کوشش کی، لیکن آپ کے دادا نے کہا۔ بچے کو تخت سے مت اتارو، کیونکہ خدا کی طاقت مستقبل میں اس کے ساتھ ہوگی۔

اس کے بعد آپ کے دادا آپ کو اپنے ساتھ ہمیشہ تخت پر بٹھاتے اور آپ کی پیٹھ تھپ تھپاتے جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ کے دادا بھی انتقال کر گئے۔

آپ کے خاندان، قریش کو سقائیت کا اعجاز حاصل تھا۔ یعنی اہلِ قریش خانہ کعبہ کا حج کرنے کے لیے آنے والے حاجیوں کے لیے پانی کا بندوبست کرتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو سقائیت کا فرض سونپا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا۔ حضرت ابوطالب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ ایک ہی ماں سے تھے۔ اس طرح حضرت محمدؐ اپنے چچا ابوطالب کے خاندان کے فرد بن گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 115,114,108,107

حضرت خدیجہؓ کا کارواں:

قبیلہ قریش کے لوگ مکہ کے سردار تھے، وہ تجارت میں بہت نامور تھے۔ حضرت خدیجہؓ ایک بیوہ تھیں اور تجارت کے حوالے سے ان کی بہت عزت وتوقیر تھی۔ ان کے ملازم ان کا سامانِ تجارت دور دراز کے ممالک اور شہروں میں لے جا کر فروخت کرتے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جوانی میں ہی بہت ایماندار اور پاکیزہ خیالات کے حوالے سے بہت مشہور تھے۔

حضرت خدیجہؓ نے جب آپ کے بارے میں سنا تو آپ سے کہا کہ آپ ان کا سامانِ تجارت لے کر یروشلم جائیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ سے کہا کہ وہ آپ کو منافع میں سے اچھا حصہ ادا کریں گی۔ حضرت خدیجہؓ نے ایک نوجوان لڑکا جس کا نام ''میسرا'' تھا وہ آپ کے ساتھ کر

دیا تا کہ وہ مختلف کاموں میں آپ کی مدد کرے۔ وہ دونوں حضرت خدیجہؓ کے کارواں کو لے کر یروشلم کو روانہ ہوئے۔

ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کے دوران ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے۔ یہ درخت ایک عیسائی راہب کی خانقاہ کے قریب تھا۔

راہب اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور اس نے میسرا سے پوچھا کہ تمہارا آقا کون ہے؟ میسرا نے بتایا کہ وہ شخص جو درخت کے نیچے بیٹھا ہے، وہی میرا آقا ہے۔ وہ راہب چلا کر کہنے لگا یہ شخص یقیناً نبی ہے کیونکہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی اور نہیں بیٹھ سکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یروشلم جا کر سامان تجارت بیچا اور مکہ کے لیے سامان خرید کر واپس لوٹ آئے۔ ایک دن جب آپ کارواں کے ساتھ سفر کر رہے تھے دوپہر کا وقت تھا اور گرمی بہت شدید تھی۔ میسرا نے دیکھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں تا کہ سورج کی تپش آپ تک نہ پہنچے۔

جب وہ مکہ واپس آ گئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یروشلم سے خریدا ہوا سامان حضرت خدیجہؓ کے حوالے کیا اور حضرت خدیجہ نے یہ سامان مکہ میں دُگنے داموں بیچ دیا، تب حضرت خدیجہؓ نے آپ کو بہت ہی ایماندار اور بھروسے کا شخص پایا۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 120,199

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی:

میسرا نے حضرت خدیجہؓ کو راہب کے الفاظ بھی بتائے اور انہیں فرشتوں کے بارے میں بھی بتایا جو آپ پر سایہ کیے ہوئے اس نے دیکھے تھے۔

حضرت خدیجہؓ بہت ہی پاکیزہ اور ذہین خاتون تھیں، آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شادی کا پیغام بھیجا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں اپنے چچا حضرت ابوطالب سے بات کی۔ آپ کے چچا نے آپ کو حضرت خدیجہؓ سے شادی کی اجازت دے دی اور خود ان کا نکاح پڑھایا۔

شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنے ایک قریبی رشتے دار سے جو کہ عیسائی عالم تھا، اس

سے ملنے گئیں اور اسے بتایا کہ میسرا نے سفر کے دوران کیا دیکھا تھا۔اس عیسائی عالم نے حضرت خدیجہؓ کو بتایا کہ اگر یہ بات درست ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سچے پیغمبر ہیں، جو اپنے لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔اس عیسائی عالم نے مزید کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مستقبل قریب میں ایسا خدا کا پیغمبر ضرور آئے گا۔اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ آچکا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ہاں آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے جبکہ وہ تینوں ہی شیر خوارگی میں وفات پا گئے اور آپ کی چار بیٹیاں تھیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔صفحہ 121

کعبہ کی تعمیر نو:

اہلِ قریش نے فیصلہ کیا کہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہیے۔قریش کا ہر قبیلہ کعبہ کی تعمیر کے لیے پتھر اکٹھے کرنے لگا۔جب دیواریں اٹھ گئیں تو اب حجر اسود کو اپنے مقام پر نصب کرنا تھا۔

اس پر قریش کے مختلف قبائل نے جھگڑا شروع کر دیا۔کیونکہ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو نصب کرنے کی سعادت اسے نصیب ہو۔اس طرح قریش کے قبائل دو گروہوں میں بٹ گئے۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے جنگ کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ایک قبیلے نے خون سے بھرا ہوا پیالہ لایا اور اپنے اتحادی قبیلوں کو قسم دی کہ وہ اس خون میں اپنے ہاتھ ڈبو کر قسم کھاتے ہیں کہ وہ اپنی موت تک یہ جنگ جاری رکھیں گے۔قبائل کے دونوں گرہوں میں جنگ کی تیاریاں چار دِن اور چار راتوں تک ہوتی رہیں۔

تب قریش کے بزرگوں نے دونوں گروہوں کے سرداروں کو بلوایا اور ان سے کہا۔اس کا جنگ کے علاوہ کوئی اور حل سوچیں۔وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو شخص صبح سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے گا۔وہی شخص اس جھگڑے کا فیصلہ کرے گا۔

دوسرے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آگئے۔تمام قبائل کے سردار آپؐ کی دیانتداری کو جانتے تھے۔اس لیے وہ آپؐ سے اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے پر راضی ہو گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قبول کر لیا کہ وہ ان کے جھگڑے کا فیصلہ کر دیں

گے۔آپؐ نے ان سے کہا کہ ایک بہت بڑی چادر لے کر آؤ۔انہوں نے وہ چادر زمین پر بچھا دی پھر آپؐ نے حجرِ اسود اس چادر کے درمیان رکھا۔تب آپؐ نے تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ وہ اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لیں اور اس چادر کو اوپر اٹھائیں۔جب چادر مقررہ جگہ پر پہنچ گئی تو آپؐ نے چادر سے حجرِ اسود اٹھا کر مخصوص جگہ پر نصب کر دیا۔

اس دن سے قریش کے لوگ آپؐ کو امین کہہ کر پکارنے لگے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔صفحہ 122 تا 125

اللہ کے حکم کو قبول کرنا:

جب آپ کی عمر چالیس سال ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانیت کے لیے رسول بنا دیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء سے عہد لیا جو کہ اس زمین پر اس سے پہلے انبیاء آئے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھیں گے۔اس کے سچ کا امتحان لیا جائے گا، اور اس کے دشمنوں کے خلاف جہاد کیا جائے گا، اللہ کے پیغام کو تمام دنیا میں پھیلایا جائے گا اور لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔جیسا کہ پہلے انبیاء پر یہ سب کچھ فرض کیا گیا تھا۔

اب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں نے تم سے پہلے انبیاء کو بہت سے عقل مند الفاظ عطا کیے تھے تا کہ وہ دوسرے لوگوں تک اللہ کا یہ پیغام پہنچائیں۔اور یہی الفاظ لکھ دیئے گئے تا کہ مستقبل کی آنے والی نسلیں اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

میرا ہر نبی جانتا ہے کہ میں اپنے ایک اور نبی کو پیغام دے کر بھیجوں گا جو میں نے اسے دیا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ تجھے نبی بناؤں۔کیا تم نبی بننا قبول کرتے ہو؟ کیا تم نبوت کا بوجھ اٹھانے کو تیار ہو؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ہاں میں یہ بوجھ اٹھانے کو تیار ہوں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔صفحہ 150

غارِ حرا میں:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی کو پسند کرنا شروع کر دیا۔آپ تنہائی میں بہت زیادہ

خوش رہتے۔آپ مکہ سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑ پر چلے جاتے، وہاں کوئی نہ رہتا تھا بالکل تنہائی ہوتی تھی۔آپ جس بھی پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ کہتا اے خدا کے رسول تم پر سلامتی ہو۔

آپ ماہِ رمضان کے شروع میں غار حرا میں گئے فرشتہ حضرت جبرائیلؑ آپ پر وحی لے کر آیا۔جبرائیلؑ نے آپ کو اللہ کا پیغام دیا۔فرشتہ جبرائیلؑ پہلے رات کے وقت آیا تھا اس وقت آپ آرام فرما رہے تھے۔اس کے پاس ایک زربفت کا ٹکڑا تھا جس پر کچھ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

جبرائیلؑ نے کہا ''پڑھ'' اپنے رب کے نام سے، آپ نے پوچھا میں کیا پڑھوں؟ تب جبرائیل نے آپ کو اپنے سینے سے بھینچ لیا اور کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے، اس طرح فرشتے نے پھر کہا 'پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا جمے ہوئے خون سے'' تب آپ پر ایک لرزہ طاری ہو گیا۔اس کے بعد فرشتہ جبرائیل غائب ہو گیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔152,151

حضرت جبرائیلؑ کا آنا:

تب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ جو کچھ جبرائیل نے کہا ہے وہ ان کے دل پر لکھ دیا گیا ہے۔پھر آپ نے سوچا کہ اگر میں نے اہل قریش کو اپنے اس تجربے کے بارے میں بتایا تو نہ جانے وہ کیا کہیں پھر آپ نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہو، میں جبرائیل ہوں۔آپ نے جب اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت جبرائیل انسانی شکل میں آپ کے سامنے کھڑے ہیں۔اس کے پاؤں افق تک تھے۔

تب حضرت جبرائیل نے پھر کہا۔اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہو اور میں اس کا فرشتہ جبرائیل ہوں۔آپ حضرت جبرائیل کو دیکھتے رہے نہ آگے بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے۔تب آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا تو آپ کو حضرت جبرائیل افق پر کھڑا نظر آیا۔

آپ غارِ حرا میں رمضان کا پورا مہینہ رہے۔آپ نے اس دوران وہاں کسی شخص کو نہ دیکھا۔

آپ ماہِ رمضان کے خاتمہ پر مکہ واپس آئے۔پہلے آپ خانہ کعبہ گئے اور اس کا طواف کیا جیسا کہ

آپ کو خدا نے حکم دیا تھا۔ پھر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق

اللہ کی جانب سے وحی آنا:

جب آپ ماہِ رمضان میں غار حرا میں تھے تو آپ پر اللہ کی وحی نازل ہوئی۔ اب آپ کا اللہ پر پورا بھروسہ تھا۔ آپ نے اللہ کے کلام کو بلا حجت قبول کیا۔ آپ جانتے تھے کہ اللہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ہے اور آپ کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا ہے۔

آپ کو معلوم تھا کہ کچھ لوگ اللہ کے پیغام کو خوشی سے قبول کریں گے اور آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے، جبکہ کچھ لوگ آپ کے ساتھ طیش اور نفرت کے ساتھ پیش آئیں گے۔

آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت بھاری ذمہ داری ڈالی ہے۔ آپ نے اس ذمہ داری کو خوشی سے قبول کر لیا تھا، آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا، آپ کو حوصلہ عطا فرمائے گا اور تمام مشکلات برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے گا۔

جب آپ گھر تشریف لے گئے تو اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے غار حرا کا تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ پر مکمل بھروسہ کرتی تھیں۔ وہ آپ پر ایمان لے آئیں اور کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور آپ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔

حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جس نے آپ کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ جب لوگ آپ کا مذاق اڑاتے اور آپ کو تکلیف پہنچاتے تو حضرت خدیجہؓ آپ کو دلاسہ دیتیں آپ کہتیں کہ جو لوگ اللہ کے پیغام کو قبول نہیں کرتے وہ تنگ ذہن اور جاہل ہیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ صفحہ 155

رمضان کا مہینہ:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کا مہینہ تنہائی میں گزارتے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور فرشتہ جبرائیلؑ آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر آتا۔ ایک دفعہ وحی آنے میں کافی دیر ہو گئی آپ بہت بے چین ہو گئے۔ پھر حضرت جبرائیلؑ آئے اور آپ کو یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کو چھوڑا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ آپؐ سے محبت کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ سے دور نہیں ہوگا۔ وہ آپؐ کے زیادہ قریب ہو گیا ہے۔ آپؐ کا مستقبل آپ کے ماضی سے بہتر ہوگا۔ آپ اس دنیا میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار ہوں گے۔ اور اس سے بھی زیادہ عظیم الشان فتح آپ کو دوسری دنیا میں ملے گی جب آپ خدا کے پاس لوٹ کر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو عزت و توقیر سے سرفراز کرے گا۔

حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے کہا جب آپ یتیم تھے تو کیا اللہ نے آپ کو پناہ نہیں دی؟ جب آپ راستے پر نہ تھے کیا اللہ نے آپ کو نیکی کی جانب رہنمائی نہیں کی؟ جب آپ بے سروساماں تھے تو کیا اللہ نے آپ کو امیر نہیں بنایا؟

تب حضرت جبرائیلؑ نے کہا، آپ اپنے مرتبے پر فخر نہ کرنا، کمزوروں کے ساتھ سخت سلوک نہ کرنا اور ہمیشہ خدا کی رحمت کا شکر ادا کرنا۔ آپ نے تمام زندگی ان باتوں پر عمل کیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔157,156

حضرت جبرائیلؑ نے نماز پڑھنا سیکھایا:

حضرت جبرائیلؑ جبلِ حرا میں آپ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ دو دن قیام کیا اور آپ کو نماز پڑھنا سیکھایا۔

حضرت جبرائیلؑ نے وضو کرنا شروع کیا اور دکھایا کہ نماز پڑھنے کے لیے لوگ اپنے آپ کو کس طرح پہلے پاک کریں۔ آپ حضرت جبرائیلؑ کو دیکھ رہے تھے اور ایسا ہی کر رہے تھے۔ پھر حضرت جبرائیلؑ نے نماز کے الفاظ بیان کیے اور آپ نے ان الفاظ کو دہرایا۔

پہلے دن ظہر کے وقت جب سورج کا زوال شروع ہوا تو جبرائیلؑ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر جب ان کا سایہ ان کے جسم کی لمبائی کے برابر ہو گیا تو انہوں نے عصر کی نماز ادا کی۔ جب سورج غروب ہوا تو انہوں نے مغرب کی نماز ادا کی۔ جب شام گہری ہوئی تو انہوں نے عشاء کی نماز ادا کی۔ تب دوسرے دن طلوع آفتاب سے پہلے انہوں نے فجر کی نماز ادا کی۔ اسی طرح حضرت جبرائیل امین نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔

پھر حضرت جبرائیلؑ نے کہا جس طرح میں نے پہلے دن اور دوسرے دن جن اوقات کے

دوران نمازیں ادا کیں اسی طرح ادا کی جائیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔158

حضرت علیؓ کا اسلام قبول کرنا:

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا پیغام سن کر واپس لوٹے تو انہوں نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو دعوت دی اور وہ مکہ سے تھوڑی دور جا کر ایک وادی میں نماز ادا کرنے لگے، نماز سے نوجوان حضرت علیؓ نے بہت ہی لطف اور سکون حاصل کیا۔ اس طرح حضرت علیؓ باقاعدگی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے لگے۔

دونوں صبح سویرے گھر سے چلے جاتے اور رات گئے واپس لوٹ کر گھر آتے، اس طرح وہ حضرت جبرائیلؑ کے بتائے ہوئے طریقے سے نماز ادا کرتے۔

ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ ایک گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضرت ابوطالب وہاں پہنچ گئے۔ حضرت ابوطالب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تم کون سے مذہب کی عبادت کر رہے ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا۔ اے چچا جان یہ خدا اور اس کے فرشتوں کا مذہب ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خدا کی جانب سے معبوث کیے گئے تمام پیغمبروں کا مذہب ہے۔ اب خدا نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے آپ سب لوگوں کو چاہیے کہ مجھ سے حق کی تعلیم لو اور خدا کے راستے پر چلو۔

حضرت ابوطالب نے کہا میں تو اپنے آباؤاجداد کا مذہب ترک نہیں کروں گا۔ لیکن میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کی زندگی کو طویل کرے اور آپ اپنے عقیدے کی وجہ سے نہ ستائے جائیں۔

پھر حضرت ابوطالب حضرت علیؓ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا بیٹے کیا تم نے اپنے بھائی کا مذہب قبول کر لیا ہے؟

حضرت علیؓ نے کہا میں اللہ کو لاشریک مانتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ اور میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق پر جانتا ہوں۔ اس لیے میں ان کے ساتھ مل کر خدا کی عبادت کرتا ہوں اور ان کی پیروی کرتا ہوں۔ حضرت ابوطالب نے کہا مجھے یقین ہے کہ محمد صلی ا

علیہ وآلہ وسلم آپ سے کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جس میں اچھائی نہ ہو۔ اس لیے حضرت علیؓ آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہو۔ اس طرح حضرت علیؓ پہلے مرد تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 160,159

حضرت ابوبکرؓ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے والے دوسرے مرد حضرت زید تھے۔ وہ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔

آپ کی رسالت پر ایمان لانے والے تیسرے شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ آپ نے کھلے عام اسلام قبول کیا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں سے بھی کہا کہ وہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہو جائیں۔

حضرت ابوبکرؓ بہت مقبول شخص تھے۔ وہ انتہائی ملنسار تھے اس لیے ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ وہ قریش کی تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے قریش کے قبائل یعنی علم الانساب کا مطالعہ کیا تھا اس لیے وہ عرب کے علم الانساب کے ماہر تھے۔ اس لیے وہ قبائل کی خوبیوں اور خامیوں سے خوب واقف تھے۔ وہ خود بھی ایک کامیاب اور قابل احترام تاجر تھے۔ آپ اپنی دیانتداری اور سخاوت کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ بہت سے لوگ آپ کے پاس تجارت اور ذاتی معاملات پر مشورہ لینے آیا کرتے تھے اور لوگ آپ کے مشوروں سے بہت مطمئن ہوتے تھے۔

جب آپ نے اسلام قبول کرلیا تو جو لوگ آپ سے ملنے آتے تو آپ انہیں خدا کے پیغام کے بارے میں بتاتے اور انہیں کہتے تم بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ وہ ہر کسی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا مشورہ دیتے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر آٹھ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے والوں کو سکھایا کہ نماز کیسے ادا کرنا ہے۔

اس کے بعد آنے والے ہفتے اور مہینوں میں حضرت ابوبکرؓ بہت سے لوگوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور جلد ہی مسلمانوں کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔162,161,160

خاموشی اور عبادت:

زیادہ سے زیادہ مرد اور عورتیں اسلام قبول کر رہے تھے۔ اسلام کی شہرت پورے مکہ شہر میں پھیل گئی تھی اور اب اسی مذہب کے متعلق ہر کوئی گفتگو کر رہا تھا۔

پہلے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کھلے عام نہ کی تھی۔ آپ صرف ان لوگوں سے اسلام کے بارے میں بات کرتے جو آپ کو ملنے آتے تھے۔ لیکن اس کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ وحی کے پیغام کو ہر کسی تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو خاص کر وحی کا پیغام پہنچائیں۔ جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں صاف الفاظ میں بتا دو کہ بتوں کی پرستش سے تمہیں کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے تو خفیہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے اب تک انہوں نے کھلے عام نماز ادا نہیں کی تھی۔ آپؐ اپنے ساتھیوں کو مکہ شہر سے تھوڑی دور ایک گھاٹی میں لے جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔

ایک دفعہ بت پرستوں کا ایک گروہ اس گھاٹی میں آ پہنچا جہاں آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے۔ جب بت پرستوں نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا وہ چلا کر کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے ساتھیو تم اپنی عبادت کرنا بند کرو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بت پرستوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور عبادت جاری رکھی۔ جب آپؐ عبادت کر رہے تھے تو بت پرستوں نے آپؐ پر حملہ کر دیا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں ایک صحابی نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی پڑی ہوئی دیکھی اور ایک بت پرست کے منہ پر دے ماری۔ جس سے اس کے چہرے سے خون جاری ہوگیا۔ یہ اسلام کی وجہ سے بہایا جانے والا پہلا خون تھا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ صفحہ 166

تبلیغ کی ابتداء:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اب خدا کی جانب سے آنے والی وحی کے بارے میں عام تبلیغ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ابتداء میں تو لوگوں نے بہت اچھے طریقے سے آپ کی بات سنی کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، کچھ لوگ تو آپ کی گفتگو سن کر فوراً ایمان لے آئے۔ لیکن جب آپ نے ان کے قدیم دیوتاؤں کو جھوٹا کہا تو بہت سے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے۔ وہ لوگ آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے لگے۔ آپ نے بہت مشکلیں برداشت کیں، لیکن آپ نے خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ آپ کے چچا حضرت ابوطالب آپ کی ہر طرح حفاظت کرتے۔

آپ کے مخالفین میں زیادہ تعداد مکہ کے سرداروں کی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ ان کے دیوتاؤں کی مسلسل توہین کر رہے ہیں۔ تو مکہ کے سردار حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے دیوتاؤں کو جھوٹے کہتا ہے وہ ہماری طرز زندگی کا مذاق اڑاتا ہے اور ہمارے آباؤاجداد کے دین کو غلط کہتا ہے۔ آپ اسے کہو کہ وہ ایسا نہ کرے ورنہ ہمیں اجازت دو کہ ہم اس کا کام تمام کر دیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا میں اس مسئلے کا کوئی حل نکالتا ہوں، تب وہ سردار واپس چلے گئے۔

لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ اس پر قریش کے سردار آپ کے دشمن بن گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 168,167

حضرت ابوطالب کی پریشانی:

قریش کے سردار دوسری دفعہ پھر حضرت ابوطالب کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکایت لے کر گئے۔ انہوں نے کہا اے ابوطالب آپ بہت ہی قابل احترام شخص ہو اور تمام مکہ کے لوگ آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں۔ ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کی سرگرمیوں کو روک دو۔ کیونکہ ہم اپنے آباؤاجداد کے مذہب کی تذلیل نہیں دیکھ سکتے اور ہم نہیں

دیکھ سکتے کہ ہمارے رسم و رواج کا مذاق اڑایا جائے اور نہ ہی ہمارے دیوتاؤں کی تذلیل کی جائے۔ اگر آپ اس کو نہ روکو گے تو ہم آپ دونوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ وہ سردار یہ کہہ کر چلے گئے۔ اس سے حضرت ابوطالب بہت پریشان ہوئے۔ لیکن حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کو بھی نہ روکنا چاہتے تھے۔ پھر حضرت ابوطالب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا اور انہیں بتایا کہ قریش کے سردار کیا کہہ کر گئے ہیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا آخر تم یہ کام ختم کیوں نہیں کر دیتے۔ کیونکہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور مزید پریشانیاں برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابوطالب سے کہا! چچا جان کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں، تو میں پھر بھی خدا کے حکم کے مطابق اپنا کام جاری رکھوں گا اور یہ کام اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک مجھے کامیابی حاصل نہیں ہو جاتی۔ یہ کہہ کر آپ چل دیئے، آپ کے چچا نے آپ کو آواز دی اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم خدا کے حکم کے مطابق اپنی تبلیغ جاری رکھو میں تمہیں کسی حالات میں بھی منع نہیں کروں گا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔168

آپ کو ستایا جانا:

قریش کے سردار اب ایک نوجوان لڑکے عمار کو اپنے ساتھ لے کر حضرت ابوطالب سے ملنے گئے۔ وہ نوجوان بہت مضبوط، توانا اور خوبصورت تھا اور اس جیسا نوجوان اور خوبصورت نوجوان پورے قبیلہ قریش میں نہ تھا۔ انہوں نے کہا اے حضرت ابوطالب ہماری تجویز ہے کہ تم یہ نوجوان اپنے پاس رکھ لو اور اسے اپنا بیٹا بنا لو، تم اس لڑکے کی ذہانت سے خوب فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن اس نوجوان کے بدلے میں ہمیں اپنا بھتیجا دے دو، وہ ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کرتا ہے اور ہم لوگوں کے اتحاد کو تباہ کرتا ہے اور وہ ہمارے طرز زندگی کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس لیے اسے ہمارے حوالے کر دو۔ تا کہ ہم اسے ہلاک کر دیں۔ اس طرح اُس آدمی کے بدلے تمہیں آدمی بھی مل جائے گا۔

جناب حضرت ابوطالب نے کہا یہ ایک بدترین تجویز ہے جو تم لوگوں نے مجھے دی۔ کیونکہ

میں تو تمہارے بیٹے کو خوراک کھلاؤں جبکہ تم میرے بھائی کے بیٹے کو قتل کرو۔
خدا کی قسم میں یہ کبھی نہ ہونے دوں گا حضرت ابو طالب نے کہا۔
قریش کے سرداروں میں سے ایک نے کہا ہم آپ کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کر رہے ہیں تا کہ ہم اس مسئلے کا کوئی مشترکہ حل نکالیں لیکن آپ ضد کر رہے ہیں۔
حضرت ابو طالب نے کہا۔ تم لوگ میرے ساتھ اچھا برتاؤ بالکل نہیں کر رہے۔ بلکہ میرے ساتھ دغا کر رہے ہو اور عام لوگوں کو میرے خلاف اُکسا رہے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم نفرت انگیز جھگڑا کریں؟ اس طرح تلخ کلامی کے بعد ان کی گفتگو ختم ہوئی۔
اب قریش کے سرداروں نے لوگوں کو اکسایا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر حملہ کر دیں۔ اس وقت قریش کے ہر خاندان سے کوئی نہ کوئی فرد مسلمان ضرور تھا۔ کچھ لوگوں نے مسلمانوں کو صرف گالیاں ہی دیں جبکہ کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھیوں پر حملہ بھی کیا۔ لیکن حضرت ابو طالب کا خاندان مسلمانوں کی مسلسل مدد کرتا رہا اور ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتا رہا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ صفحہ 170,169

ایک بیان:

سالانہ میلہ منعقد ہونے والا تھا۔ قریش کا ایک سردار ان لوگوں کے پاس گیا جو میلے کا انتظام کرتے تھے۔ جب وہ لوگ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئے تو اس سردار نے ان سے کہا کہ اس میلے میں لوگ دور دراز سے آئیں گے۔ بہت سے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنیں گے اور تم لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کریں گے۔ تو تمہیں سب کو ایک سا بیان کرنا ہے، تمہارا بیان ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہونا چاہیے۔
میلے کا انتظام کرنے والوں نے کہا ہمیں بتا دو کہ ہم اس کے متعلق کیا کہیں۔
اس سردار نے کہا۔ نہیں تم کہو کیا کہنا ہے میں سنتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم کہیں گے کہ اس کو بدروحیں چمٹی ہوئی ہیں۔ اس سردار نے کہا نہیں اسے کوئی بدروح وغیرہ نہیں چمٹی ہوئی کیونکہ وہ چلتے ہوئے بالکل نہیں لڑکھڑاتا اور نہ ہی کسی قسم کی آواز نکالتا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم کہیں گے وہ

مجنون شاعر ہے۔ سردار نے کہا نہیں وہ شعر موزوں نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا ہم کہیں گے وہ جادوگر ہے۔ سردار نے کہا نہیں وہ جادوگروں کی طرح کرتب نہیں کرتا۔ تب انہوں نے کہا پھر ہم کیا کہیں؟

سردار نے کہا اس کی گفتگو اس قدر میٹھی ہے کہ جیسا میٹھا پھل ہوتا ہے اور اس کے خیالات کی جڑیں عقل کی زمین تک گہری ہیں۔ اس لیے تمہارے سب بیانات جھوٹ پر مبنی ہیں اس لیے یہ رد کیے جاتے ہیں۔ ہم اس کی اس لیے مخالفت کرتے ہیں کہ اس کا پیغام باپ کو بیٹوں سے جدا کرتا ہے، بھائی کو بھائی سے جدا کرتا ہے، خاوندوں کو بیویوں سے جدا کرتا ہے اور دوستوں کو دوستوں سے جدا کرتا ہے۔

میلے کی انتظامیہ نے میلے میں آنے والوں کو مرحبا کہا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وہی کچھ بتایا جو قریش سرداران سے کہا گیا تھا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 172,171

قریش سرداروں کا خوفزدہ ہو جانا:

جب بھی قریش سردار اپنی باقاعدہ مجلس خانہ کعبہ کے احاطہ میں کرتے تو وہ اکثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گفتگو کرتے جو کہ اس وقت کامیابی سے لوگوں کو مسلمان بنا رہے تھے۔

ایک دفعہ جب قریش مکہ کی خانہ کعبہ میں مجلس جاری تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں پہنچ گئے آپ نے جا کر حجر اسود کو بوسہ دیا اور خانہ کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔ جب آپ طواف کا چکر کاٹتے ہوئے ان کی مجلس کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ پر آوازیں کستے۔ آپ نے طواف ختم کیا اور ان سے کہا کیا تم میری بات سنو گے؟ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ (اللہ) تمہاری روح کو اذیت دے گا۔ یہ الفاظ سنتے ہی قریش سردار خوف سے کانپنے لگے اور بالکل خاموش رہے۔

تب ان میں سے جو سب سے طاقتور تھا اس نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا، ہم جانتے ہیں کہ تم ہمیں بیمار کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہمیں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، تاہم تم اب ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ سے چلے آئے، لیکن اس کے دوسرے دن قریش کے سرداروں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان الفاظ سے بہت شرم محسوس کی ان الفاظ نے ان کے دلوں پر خوف طاری کر دیا تھا۔ پھر جب ایک دن ان قریش کے سرداروں کا سامنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور پوچھا! کیا تم اب بھی سر عام ہمارے دیوتاؤں اور ہمارے مذہب کو جھوٹا کہو گے؟ آپ نے جواب دیا ہاں میں ایسا ہی کہوں گا۔ ان میں سے ایک قریش کے سردار نے آپ کو پکڑ کر جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے دوڑتے ہوئے آئے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس قریش کے سردار کے درمیان آ کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے چلا کر کہا کیا تم اس شخص کو مار دینا چاہتے ہو؟ جو کہتا ہے کہ خدا ہی ہمارا رب ہے تو پھر وہ قریش سردار وہاں سے کھسک گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔184,183

معجزے کا تقاضا:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس عقیدے کی تبلیغ کرتے تھے وہ عقیدہ پورے مکہ میں پھیل گیا۔ بہت سے مردوں اور عورتوں نے اسلام کا عقیدہ اپنا لیا تھا۔

قریش کے سرداروں نے حکم جاری کیا تھا کہ جو کوئی اسلام کی حمایت کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا یا قید میں ڈال دیا جائے گا۔ لیکن اس حکم نامے کا الٹ اثر ہوا اور زیادہ سے زیادہ لوگ مذہب اسلام میں داخل ہونے لگے۔

قریش کے سرداروں نے سورج غروب ہونے کے بعد خانہ کعبہ میں مجلس بلائی اور اس مجلس میں فیصلہ کیا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہرت کو نقصان پہنچایا جائے اور اس کو مضحکہ خیز نام سے پکارا جائے۔

انہوں نے اگلے دن آپ کو خانہ کعبہ میں بلایا اور عام لوگوں کو بھی وہاں آنے کی دعوت دی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے پھر آپ پر الزام لگایا کہ آپ ہمارے مذہب کی توہین کرتے ہو اور ہمارے قبائل کو تقسیم کرتے ہو اس لیے اب آپ اپنے مذہب کی تبلیغ چھوڑ دو۔ لیکن آپ نے

ایسا کرنے سے انکار کردیا اور کہا میں خدا کا بھیجا گیا رسول ہوں۔

سرداران مکہ نے کہا کہ اگر تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول ہو تو اس کو ثابت کرو اور ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ اور یہ جو مکہ کے قریب پہاڑ ہیں ان سے کہو یہ یہاں سے دور چلے جائیں۔ اور یہاں پانی کا دریا بہنے لگے۔

آپ نے کہا خدا نے مجھے یہ طاقت نہیں دی۔ اس نے تو مجھے اپنا پیغام دیا ہے، جس کو تم اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے قبول کرلو یا انکار کردو اور خدا کے فیصلے کا انتظار کرو۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔190

جواب میں دیر:

مدینہ میں یہودی ربیوں کا ایک گروہ رہتا تھا، وہ یہودی قدیم عبرانی میں لکھے ہوئے صحائف کے ماہر تھے۔ اہل قریش نے اپنا ایک سردار عکبہ ان یہودی ربیوں کے پاس مدینہ بھیجا تا کہ وہ ان یہودیوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نئے دین کے بارے میں صلاح لے اور پوچھے کہ قریش کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نئے دین سے کس طرح نبٹنا چاہیے؟

یہودی ربیوں نے عکبہ سے کہا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے کہ خدا کی روح کیا ہے؟ اگر اس نے اس کا صحیح جواب دے دیا تب اس کا دین قبول کرلو کیونکہ اس کا صحیح جواب خدا کا پیغمبر ہی بتا سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس کا جواب نہ دے سکے تو اس کو خدا کا پیغمبر ماننے کی بجائے مذمت کی جائے۔

عکبہ مکہ واپس لوٹ آیا اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اس کے ساتھ قریش کے سردار بھی تھے۔ انہوں نے محمدؐ سے خدا کی روح کے بارے میں پوچھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ میں تمہارے سوال کا جواب کل دوں گا اگر اللہ نے چاہا تو......

دوسرے دن بھی آپ کو خدا کی جانب سے کچھ نہ بتایا گیا اور حضرت جبرائیل نے آپ سے کوئی رابطہ نہ کیا۔ اب مکہ کے لوگ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عکبہ سے سوال کا جواب دینے کے لیے صرف ایک دن کا وعدہ کیا تھا لیکن اب پندرہ دن گزر چکے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک خاموش ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وحی

کے نہ آنے سے کافی رنجیدہ تھے۔

آخر ایک دن حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافی ناراضگی کا اظہار کیا۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو خدا تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں۔ اس طرح جبرائیلؑ نے آپ کو عکبہ کے سوال کا جواب بتایا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 192-193

حضرت حمزہؓ کا اسلام قبول کرنا:

قریش کے سرداروں میں سے ابو جہل حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص دشمنی رکھتا تھا۔ ایک دن جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب سے گزر رہے تھے ابو جہل نے چلا چلا کر آپؐ کی توہین کرنا شروع کر دی، لیکن آپ بالکل خاموش رہے اور اپنے راستے پر چلتے رہے۔ آخر کار جب آپؐ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اس نے اپنی بکواس بند کی۔ اس شام کو ابو جہل نے قریش کے سرداروں کی مجلس خانہ کعبہ میں بلائی۔

جب ابو جہل آپ کی شان میں گستاخیاں کر رہا تھا تو ایک عورت اپنے گھر کی کھڑکی میں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ وہاں سے تیزی کے ساتھ شہر سے باہر گئی اور ایک گھاٹی میں پہنچ کر حمزہ نامی شخص کو پکارنے لگی اسے امید تھی کہ وہ وہاں اسے مل جائے گا۔ کیونکہ حضرت حمزہ وہاں شکار کھیل رہے تھے۔ حضرت حمزہ قبیلہ قریش میں قوی ترین شخص تھے۔ حضرت حمزہ انصاف سے محبت کرنے والے شخص تھے۔

جب وہ شکار سے واپس آتے تو سب سے پہلے خانہ کعبہ جا کر اس کا طواف کرتے اور پھر گھر جاتے تھے۔

جب اس عورت نے حضرت حمزہؓ کو بتایا کہ ابو جہل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا کیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے بردباری سے خاموش رہے تو حضرت حمزہؓ طیش میں آ گئے۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف گئے وہ ابو جہل سے اس قدر ناراض تھے کہ ان کو جو لوگ راستے میں ملے انہوں نے سلام کیا لیکن وہ تیزی سے چلتے گئے اور کسی کے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔

جب وہ خانہ کعبہ کے اندر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ مجلس کے درمیان میں ابوجہل بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت حمزہؓ کے وہاں پہنچنے پر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت حمزہؓ ابوجہل سے قد میں کافی لمبے تھے۔ حضرت حمزہؓ اس پر جھپٹ پڑے اور وہ حضرت حمزہؓ کی گرفت میں کانپنے لگا۔

حضرت حمزہؓ نے کہا تمہارا کیسا مذہب ہے جو انسانوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کیا تم میری بھی اسی طرح توہین کرو گے؟ جیسی توہین تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے؟ حضرت حمزہؓ نے ابوجہل کو پوری قوت سے اٹھا کر پٹخ دیا اور وہاں سے چلے آئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔185,184

رشوت دینے کی کوشش:

اس کے بعد حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں عبادت کے لیے تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد قریش کے سردار بھی وہاں آ گئے اور آپ سے تھوڑے فاصلہ پر بیٹھ گئے۔

تب عتبہ چل کر آپ کے پاس آیا، عتبہ قریش کا ایک سردار تھا۔ اور آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا اگر تم دولت چاہتے ہو تو ہم اس قدر تمہیں دولت دے سکتے ہیں کہ تم مکہ کے امیر ترین شخص بن جاؤ گے اگر تم عزت و وقار چاہتے ہو تو ہم تمہیں سردار بنا دیتے ہیں۔ اگر تم کبھی بیمار ہو گے ہم تمہیں اعلیٰ ترین طبیب کو دکھائیں گے ہماری صرف ایک شرط ہے کہ تم اس نئے مذہب کی تبلیغ بند کردو۔

آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی نازل کرتا ہے اور میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے جھک کر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی۔ عتبہ نے محسوس کیا کہ وہ بھی وہی کچھ کر رہا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہے ہیں۔

جب عتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر گیا تو اس کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ عتبہ مکمل طور پر بدلا ہوا شخص ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیا واقع پیش آیا؟ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بیان کر رہے ہیں، وہ الفاظ نئے اور انوکھے ہیں نہ ہی وہ شاعر ہے اور نہ ہی وہ جادوگر ہے۔ پھر عتبہ نے کہا کہ میرا خیال ہے ہمیں ان کو مکمل طور پر چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ میں

نے جو الفاظ ان سے سنے ہیں وہ اس سرزمین کو جلا دیں گے۔ اگر ان کو کسی دوسرے قبیلے کے شخص نے قتل کر دیا تو ٹھیک ہے ورنہ ہم ان کو کچھ نہ کہیں گے۔ ہاں اگر وہ ہر طرح سے جیت حاصل کر لیتے ہیں تو وہ جیت ہماری بھی جیت ہو گی جس سے ہمارے وقار میں اضافہ ہو گا۔

اس کے ساتھیوں نے کہا عتبہ اس نے تیری زبان پر جادو کر دیا ہے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 187,186

قرآن کی تلاوت:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی جانب سے جو کچھ وحی کیا جاتا آپ اس کو لکھوا دیتے۔ اس طرح قرآن مجید لکھا جانے لگا۔ آپ کے اصحابہ اس کی تلاوت کرتے اور اس کو حفظ کر لیتے۔

آپ کے ایک صحابی کا نام عبداللہ تھا، اس نے کہا کہ قریش کے سرداروں کو یہ کلام سنانا چاہیے۔ ایک دن اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خانہ کعبہ جا کر اونچی آواز سے اس کلام کی تلاوت کرے گا تا کہ اہل قریش اس کو سن لیں۔ کچھ اصحابہ کا کہنا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ حضرت عبداللہ پر حملہ کر دیں، اس لیے انہوں نے تجویز دی کہ اپنی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو ساتھ لے جائیں۔ لیکن حضرت عبداللہ نے اعلان کیا کہ میں اکیلا ہی جاؤں گا اور خدا میری حفاظت کرے گا۔

اگلی صبح حضرت عبداللہ خانہ کعبہ گئے جہاں قریش کے سردار اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اونچی آواز سے تلاوت کرنی شروع کی۔ خدا کے نام سے جو کہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ پھر اس نے قرآن کی آیات تلاوت کرنا شروع کر دیں۔

قریش کے سرداروں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ لونڈی کا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ تو وہ الفاظ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بتائے ہیں تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو پیٹنا شروع کر دیا۔ لیکن حضرت عبداللہ نے قرآن کی تلاوت جاری رکھی۔

آخرکار اس کے چہرے پر زخم لگائے گئے تو وہ بولنے کے قابل نہ رہے۔ حضرت عبداللہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آئے۔ انہوں نے کہا ہمیں اسی چیز کا ڈر تھا۔ حضرت عبداللہ نے کہا خدا کے یہ دشمن اس سے قبل اس قدر خوفزدہ نہ تھے جتنا کہ اس وقت ہیں۔

حضرت عبداللہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن مجید کی سرعام تلاوت کی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔203,202

حضرت عمرؓ کا طیش:

جب قریش کا وفد حبشہ سے ناکام لوٹا، تو قریش کے سردار بہت سیخ پا ہوئے۔ ان میں ایک حضرت عمر بن خطاب بھی تھا۔ وہ اپنی جسمانی طاقت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ وہ تنہا ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دے گا۔

دوسرے دن حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار لی اور اس جانب کو چل دیا جدھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹھکانہ تھا۔ راستے میں حضرت عمرؓ کو ان کا ایک دوست ملا، اس نے پوچھا حضرت عمرؓ کہاں جا رہے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے ہمارے قبیلے کو تقسیم کر دیا ہے اور ہماری روایات کا مذاق اڑاتا ہے اور ہمارے مذہب کی توہین کرتا ہے۔ اس کے دوست نے کہا پہلے اپنے گھر جاؤ اور اس کے معاملات کو درست کرو۔ کیا ہوا میرے خاندان کو حضرت عمرؓ نے پوچھا؟ تمہاری بہن، اس کا خاوند اور تمہارا بھانجا سب لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلام قبول کر لیا ہے۔

حضرت عمرؓ جلدی سے اپنے گھر لوٹ کر گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قریبی ساتھی بھی ان کے گھر میں تھا۔ وہ حضرت عمر کی بہن اور اس کے خاوند کو قرآن کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جب انہوں نے گھر سے باہر حضرت عمر کی آواز سنی تو انہوں نے قرآن سکھانے والے کو ایک چھوٹے سے کمرے میں چھپا دیا۔ جب کہ حضرت عمر نے قرآن کی کچھ آیات کی تلاوت کو سن لیا تھا۔

جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوئے انہوں نے طیش سے کہا میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو اپنانے کا الزام دیتا ہوں۔ تب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے خاوند کو پکڑ لیا، حضرت عمر کی بہن اپنے خاوند کو بچانے کے لیے آئی، حضرت عمرؓ نے اس کے چہرے پر مکا مارا جسکی وجہ سے اس کے چہرہ سے خون جاری ہو گیا۔ اس خاتون نے کہا ہاں ہم دونوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے خدا کا دین قبول کر لیا ہے۔

تب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اس نے اپنی بہن کے ساتھ کیا کیا ہے اور بہت پشیمان ہوا پھر میاں بیوی نے کہا اگر تم خدا کی وحی کو پورے طور پر سن لو تو پھر خود فیصلہ کرنا یہ خدا کا دین ہے یا نہیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔226,225,224

حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جس ساتھی کو انہوں نے کمرے میں چھپایا تھا، وہ باہر آیا اور اس نے قرآن کی تلاوت شروع کی۔ جیسے جیسے حضرت عمرؓ قرآن سنتے گئے ان کے چہرے کے تاثرات بدلتے گئے اور وہ پُرسکون ہو گئے۔

آخر حضرت عمرؓ نے اٹھ کر اعلان کیا کہ یہ الفاظ بہت ہی شاندار ہیں۔ پیارے حضرت عمرؓ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ساتھی بولے کہ میں سمجھتا ہوں شاید یہ الفاظ خدا نے تمہارے لیے ہی کہے ہیں اور خدا نے تمہیں اپنے لیے چن لیا ہے۔ پیارے حضرت عمرؓ میں نے پچھلی رات ایک آواز سنی ہے جو کہہ رہی تھی کہ حضرت عمرؓ خدا کے دین کو بہت طاقتور بنائے گا آ جاؤ خدا کی طرف۔

حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار کی طرف دیکھا اور گھر سے چلے گئے۔ وہ اس جگہ گئے جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت حمزہؓ رسول اللہ کے ساتھ جو کہ قریش کے قوی ترین شخص تھے۔ انہوں نے دروازے سے دیکھا اور کہا حضرت عمرؓ ہیں اس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔ اگر وہ امن کی خاطر آیا ہے تو ہم اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے، اگر وہ دشمنی کے ارادے سے آیا ہے تو ہم اس کو تلوار سمیت قتل کر دیں گے۔ آپ نے اجازت دے دی، حضرت حمزہؓ نے دروازہ کھولا۔ جب حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے حضرت عمرؓ کو کندھوں سے پکڑ لیا اور کہا تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بہن کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور پھر خدا کا کلام سنا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے پیغمبر خدا میں یہاں کہنے آیا ہوں کہ میں آپ کے خدا پر اور آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اس طرح حضرت عمرؓ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔227

تمسخر اڑانے کی سزا:

قریش کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کا تمسخر اڑایا کرتے۔ وہ بہت سے ایسے مسلمانوں کی جانب اشارہ کرتے جو غریب اور نادار تھے اور کہتے اس ہجوم کی جانب تو دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں میں گھرا رہتا ہے پھر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طنز کیا کرتے کہ کیا خدا کے پاس یہی شخص لوگوں کی رہنمائی کے لیے رہ گیا تھا۔ وہ کہتے اگر محمدؐ کی تعلیمات خدا کی طرف سے ہوتیں تو ہم مہذب اور پڑھے لکھے ہیں ہم ضرور سمجھ جاتے اور ان نادار اور غریب لوگوں سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے۔ جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے غریب، جاہل اور غلام لوگ ہیں۔

قریش کے وہ چاروں سردار جنہوں نے اس طرح آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا مذاق اڑایا تھا۔ ایک ایک کر کے خدا کے قہر کا نشانہ بنے۔ ان میں سے ایک سردار خانہ کعبہ میں تھا کہ ریت کا طوفان آیا اور اس کی آنکھوں میں ریت کا جھونکا اس قدر شدت سے پڑا کہ وہ ہمیشہ کے لیے اندھا ہو گیا۔ دوسرے سردار کے پیٹ میں درد ہوا۔ اس کا پیٹ اس قدر پھول گیا کہ وہ پھٹ گیا اور وہ مر گیا، تیسرا قریش سردار اپنے گدھے سے اتر رہا تھا کہ اس کا پاؤں کانٹوں دار جھاڑی میں الجھ گیا، اس کے گھٹنے میں زخم آیا اور وہ زخم زہر سے بھر گیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔

چوتھا سردار شدید سر درد میں مبتلا ہوا اور اس کی وجہ سے پاگل ہو گیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 272,260

براق کی سواری:

ایک رات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے۔ وہ اپنی عبادت ختم کر کے وہیں سو گئے۔ آپ گہری نیند سو رہے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ آئے انہوں نے آپ کو بازو سے پکڑا اور خانہ کعبہ سے باہر لے گئے۔ خانہ کعبہ کی چاردیواری سے باہر دروازے پر ایک سفید رنگ کا انتہائی خوبصورت جانور کھڑا تھا جو کہ گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا تھا اس کے دونوں طرف پر تھے۔

حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ سے کہا کہ آپ اس جانور پر سوار ہو جائیں، اس کا نام براق تھا لیکن جیسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جانور کے قریب گئے وہ بدکا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اس کے جسم پر ہاتھ رکھ کر کہا براق، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قابلِ احترام شخص خدا کی نظر میں کوئی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے قبل تجھ پر اس سے زیادہ قابلِ احترام شخص نے سواری کی ہے۔ براق شرمندہ ہو گیا اور اس کے پسینے چھوٹ گئے اور وہ پُرسکون کھڑا ہو گیا آپ اس پر سوار ہو گئے۔

حضرت جبرائیلؑ براق کی رہنمائی کر رہے تھے جبکہ آپ براق پر سوار تھے۔ وہ فضا میں اڑتے ہوئے یروشلم میں مسجد اقصیٰ پہنچے۔ مسجد اقصیٰ میں اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر، جن میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دیگر تمام انبیاء علیہ السلام آپ کا مسجد میں انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے ان تمام انبیاء علیہ السلام کی نماز میں امامت کی۔ پھر دو پیالے لائے گئے، ایک پیالے میں دودھ تھا اور دوسرے پیالے میں شراب تھی۔ آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا اور اسے پیا۔ لیکن شراب کا پیالہ ٹھکرا دیا۔

حضرت جبرائیلؑ امین نے کہا۔ آپ نے صحیح انتخاب کیا اس طرح آپ اپنے لوگوں کی بھی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔ اس کے بعد شراب آپ کی امت کے لیے حرام قرار دے دی گئی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 264,263

پہلا آسمان:

آسمان سے ایک سیڑھی نمودار ہوئی اور یہ مسجد اقصیٰ کے ساتھ لگ گئی۔ یہ سیڑھی بہت ہی خوبصورت تھی۔ یہ وہی سیڑھی تھی جو موت کے وقت ہر روح کو اوپر لے کر جاتی ہے۔ آپ حضرت جبرائیلؑ امین کے پیچھے تھے اور انہوں نے اوپر چڑھنا شروع کیا اور پہلے آسمان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت ہی بوڑھے شخص کو دیکھا جو ماضی کے لوگوں کی روحوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ایک اچھی روح ایک نیک جسم کو بناتی ہے۔'' پھر اس نے دوسری روحوں کی طرف دیکھ کر کہا ''ایک بُری روح بُرے جسم کو بناتی ہے۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ امین سے پوچھا یہ کون ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا یہ ''حضرت آدم علیہ السلام'' ہیں۔

پھرانہوں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کی طرح لٹکے ہوئے تھے، ان کے ہاتھوں میں پتھر تھے جن کو وہ آگ پر گرم کر رہے تھے۔ وہ پتھروں کو اپنے منہ میں ٹھونس لیتے لیکن پھر جلدی سے باہر نکال دیتے۔

حضرت جبرائیلؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھاتے تھے۔ پھر وہ ایسے لوگوں کے قریب سے گزرے جن کے پیٹ بہت بڑے بڑے تھے۔ وہ پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے سود لیتے تھے۔

ایک جگہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے دو، دو تھالیاں رکھیں تھیں، ایک تھالی میں تو بہترین گوشت تھا جبکہ دوسری تھالی میں گلا سڑا بدبودار گوشت تھا اور انہیں مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ بدبودار گوشت کھائیں۔

حضرت جبرائیلؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کو چھوڑ کر دوسروں کی بیویوں سے بدکاری کرتے تھے۔

تاریخ ابن اسحاق۔269,268

آسمان کا اگلا درجہ:

دوسرے آسمان پر وہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ننھیالی رشتے داروں سے ملے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے جو کہ حضرت یعقوب کے بیٹے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ اس قدر چمک رہا تھا جیسے پورا چاند ہو۔ چوتھے آسمان پر وہ حضرت ادریس علیہ السلام سے ملے جو کہ خدا کے عظیم الشان پیغمبر تھے۔

پانچویں آسمان پر وہ حضرت ہارون علیہ السلام سے ملے وہ بہت ہی خوبصورت انسان تھے ان کی لمبی سفید داڑھی تھی۔ چھٹے آسمان پر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے وہ لمبے قد کے دبلے جسم کے تھے اور ان کے بال گنگریالے تھے۔

ساتویں آسمان پر ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا تھا، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بالکل ان سے ملتی جلتی تھی۔ وہ صرف عمر میں آپ سے بڑے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے باپ کی حیثیت سے سلام

کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹے کے طور پر سلام کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ پچاس نمازیں ادا کیا کریں اور تمام مسلمان بھی دن میں پچاس نمازیں ادا کریں۔

حضرت جبرائیل آپ کو چھٹے آسمان پر لے آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا آپ سے کتنی نمازیں ادا کرنے کو کہا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن میں پچاس۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ تو بہت بھاری معاملہ ہے۔ اس کے لیے تمہارے لوگ بہت کمزور ہیں۔ آپ واپس جائیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ آپ کی نمازیں کم کر کے پانچ کر دیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گئے اور آپ پانچ نمازوں پر متفق ہو گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 271,270

بصیرت کا امتحان:

پھر وہ آسمان سے نیچے اتر کر مکہ واپس آ گئے۔ اس سے اگلے دن آپ نے قریش کے سرداروں کو جب وہ اپنی معمول کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے بتایا کہ وہ مکہ سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے سدرۃ المنتہا تک گئے۔ انہوں نے کہا یہ ناممکن ہے کوئی شخص مکہ سے یروشلم جائے اور پھر اسی رات کو واپس آ جائے انہوں نے کہا مکہ سے یروشلم تک قافلے ایک ماہ تک سفر کرتے ہوئے پہنچتے ہیں اور ایک ماہ ہی انہیں واپس آنے میں لگتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور انہیں اپنی معراج کا واقعہ سنایا لیکن کچھ لوگوں نے اس واقعہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔

شام کے وقت ایسے ہی شکی لوگوں کا ایک گروہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یروشلم میں جا کر ایک ہی رات میں واپس آ جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہی ہے تو ٹھیک ہی ہے کیونکہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور پھر اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟ کیونکہ ہم سب اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت دن اور رات اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر بہت کچھ ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں اس بات پر یقین کرنے سے

کوئی پریشانی نہیں ہے۔

اگلے دن وہی شکی لوگوں کا گروہ آپ کے پاس گیا اوران لوگوں میں سے ایک شخص یروشلم کا سفر کر چکا تھا اس نے آپ سے پوچھا کہ بتائیں یہ شہر کیسا ہے؟ آپؐ نے شہراور مسجد اقصیٰ کے بارے میں تمام تفاصیل بالکل صحیح صحیح بتا دیں۔اس شخص نے کہا آپؐ نے ہر بات کو ٹھیک بتایا ہے اس لیے آپؐ خدا کے سچے پیغمبر ہیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔265

عام الحزن:

حضرت خدیجہؓ اور آپ کے چچا ابوطالب دونوں ایک سال کے اندر ہی انتقال کر گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے دین کے حوالے سے آپ کی بہت مدد کی جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ اپنی مشکلات کے بارے میں حضرت خدیجہؓ کو بتاتے وہ ہر طرح سے آپ کی مشکلات کو دور کرنے میں آپ کی مدد کرتیں۔

جب حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو آپ کی بیماری کی خبر مکہ میں ہر جگہ پھیل گئی۔تب قریش کے سرداروں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔وہ جانتے تھے کہ ان کے قبیلے کے کچھ بہادر اور قوی ترین فرد اسلام قبول کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے ہیں۔حضرت ابوطالب بہت ہی باعزت سردار تھے اور سب قریش کے سردار آپ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ کی زندگی میں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچاتے ہوئے آپ سے خوفزدہ تھے۔کیونکہ حضرت ابوطالب نے ہر مشکل موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی تھی اور آپ کی حفاظت کی تھی۔

اس لیے قریش کے سرداروں نے فیصلہ کیا کہ عتبہ اور ابوجہل کو چاہیے کہ وہ حضرت ابوطالب سے ملاقات کریں اس طرح وہ حضرت ابوطالب سے ملے۔عتبہ نے کہا اے ابوطالب تم اہل قریش میں بہت ہی قابلِ احترام ہو لیکن اب تمہارا آخری وقت قریب ہے ہم جانتے ہیں آپ اب بھی کوشش کر کے اپنے بھتیجے کو سمجھا سکتے ہو اور امن قائم کر سکتے ہو ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں اکیلا چھوڑ دے اور ہم اسے اکیلا چھوڑ دیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اسے بلوا کر

ہمارے درمیان معاہدہ کروا سکتے ہیں۔

حضرت ابوطالب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ وہ آ کر ان سے ملیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً چلے آئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 277-278

لیکن معاہدہ نہ ہو پایا:

حضرت ابوطالب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یہ قریش کے سردار آپ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ان کے مذہب میں مداخلت نہ کریں کیا آپ اس پر متفق ہیں؟ کہ ان کے مذہب میں مداخلت نہ کریں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے سرداروں سے کہا کہ تم نہیں چاہتے کہ اہل عرب تمام عرب کے علاوہ تمام فارس پر بھی حکومت کریں؟ انہوں نے کہا اگر ہم اس طرح کی طاقت حاصل کر لیں تو ہمیں خوشی ہو گی تو آپ نے کہا تب میں تم سے کہتا ہوں کہ میں اور میرے ساتھی یہ کام کر دیکھائیں گے۔ اس لیے تمہیں بھی چاہیے کہ تم سب دیوتاؤں کی پرستش چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔

قریش کے سردار غصے سے تلملا اٹھے اور انہوں نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ ہم دیوتاؤں سے دست بردار ہو کر صرف ایک خدا کو مانیں۔ ایک خدا آخر کیا کر سکتا ہے؟

قریش کے سرداروں نے کہا اے حضرت ابوطالب یہ تو اپنے موقف سے ذرہ برابر بھی نہیں ہٹا لیکن ہم تو اپنے آباؤ اجداد اور مذہب کو نہ چھوڑیں گے اب ہم دیکھیں گے کہ مستقبل میں کس کے مذہب کو فتح حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح قریش کے سردار معاہدہ کیے بغیر چلے گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 278

حضرت ابوطالب کا انتقال:

جب قریش کے سردار وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابوطالب نے آپ سے کہا کہ اے بھتیجے ان لوگوں سے ہوشیار رہنا آپ نے کہا اے چچا جان آپ بھی خدائے واحد پر ایمان لے آئیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا اے بھتیجے اگر میں نے اس حالت میں جب کہ میں قبر میں پاؤں

لٹکائے بیٹھا ہوں تمہارے عقیدے کو اپنا لیا تو پھر ہمارے قبیلے کے سردار تمہارے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آئیں گے اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ میں نے موت کے خوف سے اسلام قبول کیا ہے۔ دراصل اس طرح میں تمہاری زیادہ اور بہتر مدد کر سکتا ہوں۔

پھر حضرت ابو طالب کے ہونٹ ہلنا بند ہو گئے اور آپ موت کی آغوش میں چلے گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔278

طائف کے لوگوں کا ردّعمل:

حضرت ابو طالب کے انتقال کے بعد قریش کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دین کو ختم کرنے پر تل گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے طائف گئے اور وہاں کے قبائل کو اسلام کی تبلیغ کی اور ان سے کہا کہ میں آپ کے تین سرداروں سے ملنا چاہتا ہوں وہ سردار آپؐ سے ملے اور آپؐ نے ان کو خدا کا پیغام سنا کر اسلام کی دعوت دی۔

ان میں سے ایک سردار نے کہا میں تو نہیں مانتا کہ تم خدا کے رسول ہو اور میں جب چاہوں مکہ جا کر کعبہ کو گرا دوں۔ دوسرے سردار نے کہا خدا کا نبی وہ ہوتا ہے جو بہت ہی دولت مند شخص ہو۔ تیسرے نے کہا کہ اگر تم خدا کے نبی ہو تو میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس طرح میں اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرتا ہوں۔

جب آپ وہاں سے واپس آئے تو طائف کے سرداروں نے ایک خفیہ مجلس منعقد کی کہ اگر مکہ کے قریش سرداروں کو معلوم ہو گیا کہ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی طرح کی کوئی مدد کی ہے تو وہ طائف پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیں گے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔279

خدا سے دعا:

جیسے ہی آپؐ طائف کے سرداروں کے پاس سے واپس لوٹے تو نوجوان لڑکوں کے ایک

گروہ نے آپ کو گھیر لیا وہ آپ پر طنز کر رہے تھے۔ آپ نے خدا سے دعا کی کہ اے خدا جب میں کمزور ہوتا ہوں تو میں تجھ سے ہی مدد چاہتا ہوں وہ طائف کے شوریدہ سر لڑکے آپ کو پتھر مار رہے تھے اور آپ خدا سے دعا کر رہے تھے کہ یہ لوگ ناسمجھ ہیں اور آپ دعا کر رہے تھے کہ اے خدا ان کو تاریکی سے باہر لے آ اور جو گمراہی ان کے ذہنوں میں ہے اسے نکال دے کیونکہ تو دلوں کے راز بہتر جانتا ہے۔

لیکن وہ لوگ آپ کو پتھر مارتے رہے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 280-279

ایک عیسائی غلام:

آپؑ نے طائف کے لوگوں سے بچ کر جس جگہ پناہ لی وہ باغ عتبہ کا تھا جو کہ قریش کا ایک سردار تھا۔ عتبہ اگرچہ آپ کا اور مسلمانوں کا مخالف تھا لیکن عتبہ مکہ کے سرداروں میں اس وجہ سے زیادہ قابل احترام تھا کہ وہ کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں کرتا تھا اس طرح وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلوص کو بھی جانتا تھا۔ جب آپ نے عتبہ کے باغ میں پناہ لی تو عتبہ اور اس کا بھائی بھی وہاں آ گئے اور انہوں نے موقع کی نزاکت کو دیکھا۔ ان کے ساتھ ایک عیسائی غلام بھی تھا انہوں نے اس غلام کے ہاتھ انگوروں کا ایک گچھا آپ کو بھیجا۔ جب عیسائی غلام نے آپ کو انگور پیش کیے تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیے تو اس عیسائی ملازم نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس ملک کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کوئی کام کرتے ہیں۔

آپؑ نے پوچھا کہ تم کس ملک سے آئے ہو اور تمہارا کیا مذہب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نینوی سے آیا ہوں اور میرا مذہب عیسائیت ہے تو آپ نے کہا کہ تم اس سرزمین سے آئے ہو جو حضرت یونس علیہ السلام کی سرزمین ہے۔ غلام نے پوچھا کہ آپؑ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں کیسے جانتے ہیں تو آپؑ نے کہا میں اور یونس علیہ السلام مسلمان بھائی ہیں تب اس عیسائی غلام نے آپ کے سر پر آپ کے ہاتھوں پر اور آپ کے پاؤں پر بوسے دیئے۔

عتبہ اور اس کا بھائی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے وہ اپنے غلام کی یہ حرکت دیکھ کر طیش میں آ گئے۔ جب غلام ان کے پاس واپس گیا تو عتبہ کے بھائی نے کہا کہ اے بدخواہ تم نے اس

کے سر، ہاتھوں اور پاؤں کو بوسے کیوں دیئے۔ غلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تم بدخواہ ہی نہیں بے وقوف بھی ہو جبکہ تیرا مذہب اس کے مذہب سے کہیں بہتر ہے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 281-280

خدا کی حاکمیت:

جب آپؐ مکہ واپس لوٹ کر آئے تو یہ حج کا وقت تھا اور لوگ پورے عرب سے حج کے لیے مکہ آئے ہوئے تھے شہر میں لوگوں کے لیے میلے کا انتظام بھی تھا۔ آپؐ حج پر آئے ہوئے مختلف لوگوں سے ملے انہوں نے فرداً فرداً تقریباً ہر قبیلے کے سردار سے بات کی اور آپ نے ہر کسی کو اسلام کی دعوت دی۔

زیادہ تر لوگوں نے آپؐ سے کہا کہ اگر ہم اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ کر آپ کے ایک خدا کو تسلیم کرلیا تو پھر سب خدا ہم سے انتقام لیں گے۔

ایک قبیلے کا سردار جس کا نام عامر تھا وہ آپ کے کردار سے بہت متاثر تھا۔ اس نے کہا کہ اگر آپؐ میرے مشیر بن جاؤ تو میں سب قبائل پر فتح حاصل کرلوں گا۔ تو آپ نے اس کی بات کا جواب نہ دیا اور وہاں سے چل دیئے۔ عامر نے آپ کو آواز دے کر کہا فتح کے بعد آپ ہی حاکم ہوں گے۔ آپ نے کہا حاکم صرف خدا کی ذات ہے اس لیے عامر تم اپنی شجاعت کی حفاظت کرو اور گمراہ نہ ہو۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 283,282

ایاس کی خوشی:

مدینہ میں اوس اور خزرج دو قبیلے تھے، وہ دونوں قبیلے اپنی برتری کے لیے جنگ آزما رہے تھے۔ بنو اوس کے سرداروں کا ایک گروہ مکہ آیا تا کہ وہ قریش کے سرداروں کو اپنا اتحادی بنا کر اپنے دشمنوں کے خلاف لڑے۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو اوس کے سرداروں کی آمد کی خبر سنی تو آپ انہیں

ملنے کے لیے گئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ آپ قریش کے اتحاد سے زیادہ فائدہ مند کام کریں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا کام ہے جو قریش کے اتحاد سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ آپ نے کہا میں خدا کا رسول ہوں، اس نے مجھے اپنے لوگوں کو بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو اور بتوں کی پوجا نہ کرو۔ آپ نے کہا خدا نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے، تب آپ نے قرآن کی آیات انہیں سنائیں۔ ان میں سب سرداروں سے کم عمر حضرت ایاس تھے۔ اس نے اپنے دیگر سرداروں سے کہا یہ بالکل ٹھیک ہے ہم قریش کے ساتھ اتحاد کرنے کی بجائے خدا اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے ہیں۔

اس کے ایک ساتھی سردار نے زمین سے ایک ہاتھ میں مٹی لی اور وہ حضرت ایاس پر ڈال کر چلا کر کہا اے بے وقوف نوجوان خاموش ہو جا۔ حضرت ایاس خاموش ہو گئے اور نبیؐ پاک وہاں سے چلے گئے۔

جب بنو اوس واپس مدینہ چلے گئے تو بنو اوس اور بنو خزرج میں زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت ایاس شدید زخمی ہوئے، حضرت ایاس جب انتقال کرنے کے قریب تھے تو ان کا چہرہ مسلسل چمک رہا تھا اور ان کا چہرہ دائمی خوشی سے کھل گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ساتھیوں نے بتایا کہ حضرت ایاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذہب قبول کر چکے تھے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔286,285

اتفاق کے لیے دعا:

مدینہ سے بنو خزرج کے چھ سردار حج کے لیے مکہ آئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے انہیں قرآن سنایا تو وہ چھ لوگ آپ کی دعوت پر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مدینہ کے ان سرداروں نے آپ کو بتایا کہ مدینہ کا شہر بہت ہی بے سکون شہر ہے، آئے دن بنو اوس اور بنو خزرج کے درمیان انتقامی جنگیں ہوتی رہتی ہیں، دونوں فریق ایک دوسرے سے بہت زیادہ نفرت کرتے ہیں۔ کیا خدا آپ کے ذریعے ہم میں اتفاق پیدا نہیں کر سکتا؟ آپ نے پوچھا میں آپ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟
بنو خزرج کے سرداروں نے تجویز دی کہ آپ دونوں فریقوں کے درمیان گفتگو کر کے ان

کے جھگڑے کو ختم کر سکتے ہیں۔ آپ نے کہا میں یہ ضرور کروں گا اور دعا بھی کروں گا۔
تاریخ ابنِ اسحاق۔287,286

بیت عقبہٰ اولیٰ (1):

بنوخزرج کے چھ سردار اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ لوٹ گئے انہوں نے بنواوس اور بنوخزرج کے سرکردہ لوگوں کو اسلام کے متعلق بتایا۔ انہوں نے ان کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہٗ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ دونوں قبائل کے درمیان اکیلے ہی صلح کروائیں گے اور امن قائم کریں گے۔ اس لیے انہوں نے آپ کو دعوت دی کہ آپؐ مدینہ آ کر سب لوگوں سے ملیں۔

بنوخزرج کے قبیلے سے چار سردار اور بنواوس کے قبیلے سے دو سرداروں نے اس تجویز پر اتفاق کیا مدینہ سے عقبہ کے مقام پر بارہ شخص پہنچ گئے۔ وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ان کو خدا کے پیغام کے بارے میں بتایا۔ وہ چھ سردار جو کہ بنوخزرج سے تعلق رکھتے تھے وہ پہلے بھی آپ کے ساتھ مکہ میں مل چکے تھے۔ انہوں نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ تم بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر لو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ ان سب نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اس واقعہ کو بیت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

آپؐ نے تجویز کیا کہ وہ افراد کو ایک دوسرے کے پاس ضمانت کے طور پر رکھیں۔ آپؐ نے اس کے لیے کچھ اصول بھی بنائے تا کہ سب لوگ ان کی پیروی کریں کہ وہ چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، دوسروں کا حق نہ ماریں، سب لوگوں نے آپ سے اتفاق کیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر سب لوگ ان اصولوں کی پابندی کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اجر دے گا۔

آپؐ مکہ سے اپنے ساتھ ایک صحابی حضرت مصیبؓ کو بھی عقبہ لے گئے تھے۔ وہ بہت ہی پختہ عقیدہ رکھتے تھے۔ اور تبلیغ کرنے کے ماہر تھے۔ آپؐ نے ان بارہ لوگوں کے ساتھ حضرت مصیبؓ کو بھی مدینہ بھیج دیا تا کہ وہ لوگوں کی روحانی رہنمائی کریں۔ انہوں نے مدینہ کے ان بارہ لوگوں کو انصار کا خطاب دیا۔ وہ لوگ مدینہ واپس لوٹ آئے حضرت مصیبؓ ان کے ساتھ رہتے ہوئے ان کو اسلام کی مسلسل تبلیغ کرتے رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی انہوں نے اسلام کی دعوت

دی۔

اہل انصار نے کہا اگر آپ کا دین اپنانے سے اور آپ کی روحانی مدد ہمارے ساتھ رہے گی تو ہم سب مدینہ میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 288,289

نمازِ جمعہ:

جب وہ لوگ مدینہ لوٹ آئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ہر جمعے کی نماز سرِعام پڑھا کریں گے تاکہ اس طرح دوسرے لوگوں کو بھی ان کے دین اور عبادت کے بارے میں معلوم ہو سکے۔

کیونکہ مدینہ میں بہت سے یہودی لوگ رہتے تھے جو کہ ہفتہ کے دن اپنی عبادت کیا کرتے تھے اس لیے وہ بھی جمعہ کے دن مسلمانوں کی عبادت میں شریک ہونے لگے۔ بنوخزرج اور بنواوس کے جن سرداروں نے بیت عقبہ اولیٰ کی تھی انہوں نے کہا کہ جمعہ کی نماز کے لیے کسی قبیلے کا بھی آدمی امامت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کے لیے اعتراض نہ کیا جائے گا۔ مدینہ سے باہر ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں وہ لوگ فارغ وقت میں بیٹھا کرتے تھے اس کو نمازِ جمعہ کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

پہلی دفعہ جمعہ کی نماز میں چالیس لوگ شریک ہوئے اور اس کے بعد ان کی تعداد بڑھتی گئی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 290

اسد کا اسلام قبول کرنا:

پہلے پہل تو بنواوس کے کئی سرداروں نے اس نئے دین کی بہت مخالفت کی وہ سمجھتے تھے کہ یہ بنوخزرج کی کوئی چال ہے۔

بنواوس کے ایک سردار جس کا نام سعد تھا وہ تو اس نئے دین کے بہت ہی خلاف تھا جب اس نے ایک دفعہ حضرت مصعبؓ کو کھجوروں کے باغ میں کچھ لوگوں کو درس دیتے ہوئے دیکھا تو اس نے چاہا کہ وہ حضرت مصعبؓ کو قتل کر دے لیکن پھر وہ بنواوس کے ان سرداروں کی وجہ سے ڈر گیا جو پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے تب سعد نے اپنے ساتھی اسد سے کہا کہ تم حضرت مصعبؓ کو یہاں

سے بھگا دو۔ سعد نے اپنا نیزہ اٹھایا اور دوڑ کر حضرت مصیبؓ پر اپنا نیزہ تان لیا۔ اور کہا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔

حضرت مصیبؓ نے بہت ہی سکون سے اسد سے کہا آؤ بھائی میرے پاس بیٹھ جاؤ، میری بات سنو کہ میں کیا کہتا ہوں اگر تم میری باتوں کو پسند کرو تو میرے پاس بیٹھنا ورنہ چلے جانا بلکہ میں بھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اسد کو یہ تجویز پسند آئی وہ حضرت مصیبؓ کے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت مصیبؓ بہت ہی فصیح و بلیغ گفتگو کرتے تھے۔ آپ نے بہت ہی خوبصورت انداز سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا کی نازل ہونے والی وحی کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اس کے بعد اسد کے چہرے کے تاثرات فوراً بدل گئے اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تب اسد نے کہا کہ آپ کی گفتگو بہت ہی خوبصورت ہے۔ میں نے اس سے زیادہ اچھی گفتگو کبھی نہیں سنی مجھے تمہارا دین قبول کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟ حضرت مصیبؓ نے کہا بس تمہیں خدا کو ایک ماننا ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا رسول ماننا ہوگا اور تمہیں باقاعدگی سے نماز پڑھنا ہوگی اور اس عقیدے کے متعلق دوسروں کو بھی بتانا ہوگا۔

اسد نے حضرت مصیبؓ سے وعدہ کیا کہ وہ ایک خدا پر ایمان لاتا ہے اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 291

اسد کے قبیلے کا اسلام قبول کرنا:

حضرت مصیبؓ اسد کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے تب اسد نے کہا کہ میرے قبیلے کا سردار بہت طاقتور ہے اس کا نام سعد ہے وہ بہت ہی گرمجوش شخص ہے اگر وہ اسلام قبول کرے تو ہمارا پورا قبیلہ بھی اسلام قبول کرے گا۔ اسد نے اپنا نیزہ اٹھایا اور سعد کی جانب چل پڑا۔ جب اسد سعد کے پاس پہنچا تو سعد اس کے چہرے پر سکون دیکھ کر حیران رہ گیا تب اسد نے اپنے سردار کو بتایا کہ اس نے ایک خدا کو قبول کر لیا ہے اس لیے تم بھی ایسا ہی کرو۔

سعد غصے سے چلانے لگا کہ تم اس قدر نرم دل ہو مجھے معلوم نہ تھا اس نے اسد کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور حضرت مصیبؓ کی جانب خود چل پڑا۔ سعد نے کہا اے مصیبؓ اگر تم ہمارے قبیلے کے

مہمان نہ ہوتے تو میں تجھے ابھی قتل کر دیتا۔ تم ہماری مہمان نوازی کا غلط استعمال کر رہے ہو حضرت مصیب نے سعد کو بھی وہی پیش کش کی جو اسد کو کی تھی کہ میرے پاس بیٹھ کر میری بات سنو اگر میری باتیں تمہیں اچھی لگیں تو بیٹھنا ورنہ چلے جانا۔ سعد کو یہ پیش کش اچھی لگی اور سعد حضرت مصیبؓ کے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت مصیبؓ نے اسے خدا اور رسول کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ سعد حضرت مصیبؓ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضرت سعد اور حضرت اسد اپنے قبیلے میں واپس آئے اور سب مرد اور عورتوں کو اکٹھا کیا۔ قبیلے کے سب لوگ حضرت سعد اور حضرت اسد کے چہروں کو دیکھ رہے تھے کیونکہ ان کے چہروں پر خاص تبدیلی تھی تب حضرت سعد نے کہا ہم نے ایک خدا کا دین قبول کر لیا ہے اس لیے آپ سب بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں۔ اس طرح حضرت سعد کے سارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 292

خانہ کعبہ کی جانب رخ:

اس سے اگلے سال حج کے موقع پر بنوخزرج اور بنو اوس کے بہت سے لوگوں نے مکہ کی جانب سفر کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ خانہ کعبہ کا حج کر سکیں۔ حضرت مصیبؓ ان کے ساتھ تھے ان لوگوں میں مسلمان بھی تھے اور وہ لوگ بھی ان کے ساتھ شامل تھے جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

مسلمانوں میں بنوخزرج کا ایک سردار تھا جس کا نام بارہ تھا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے اس نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے پریشانی ہے کہ جب ہم مکہ میں نماز ادا کریں گے تو اپنا رخ یروشلم کی مسجد اقصیٰ کی طرف کریں گے یا خانہ کعبہ کی طرف۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نماز کے لیے مسجد اقصیٰ کی طرف ہی رخ کرنا چاہیے تو بارہ نے کہا کہ اس طرح تو ہماری پیٹھ خانہ کعبہ کی طرف ہو جائے گی تو پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے ان کا رخ مسجد اقصیٰ کی طرف ہوتا ہے تو بارہ نے کہا یہ تو مکہ کی بات ہے مکہ سے باہر ہم اپنا رخ کس جانب کریں گے بارہ نے کہا کہ میں تو اب اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر کے ہی نماز پڑھوں گا۔ لیکن زیادہ

تر لوگوں کا فیصلہ تھا کہ وہ مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں گے۔

اس طرح سارے سفر میں بارہ تو خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتا رہا جب کہ دوسرے لوگ مسجد اقصیٰ کی جانب نماز پڑھتے رہے۔

جب وہ لوگ مکہ پہنچے تو بارہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ بارہ نے کہا کہ خدا نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا اور میں نے اسلام قبول کر لیا لیکن مدینہ سے مکہ کے سفر میں میں نے محسوس کیا کہ میں اپنا رخ خانہ کعبہ کی جانب کر کے نماز پڑھوں، اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ تم اگر خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے عبادت کرنا چاہتے ہو تو اپنا رخ خانہ کعبہ کی جانب ہی رکھو تو اس کے بعد بارہ ساری زندگی خانہ کعبہ کی طرف ہی رخ کر کے نماز ادا کرتا رہا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔294

عقبہ کے مقام پر مجلس:

بنو اوس اور خزرج کے لوگ حج کرنے کے بعد عقبہ کے مقام پر اکٹھے ہو گئے کیونکہ سب لوگوں نے وہاں اکٹھے ہو کر مدینہ کی جانب سفر کرنا تھا۔ جب سب کے سب لوگ وہاں آ گئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آ گئے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پر مدینہ کے بارہ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب سورج غروب ہو گیا تو سب مسلمان وہاں سے گھاٹی کی اوٹ میں آ گئے ان میں تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے چچا بھی تھے جو کہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ ان لوگوں کو آپؐ کے چچا نے خطاب کرنا شروع کیا کہ مکہ کے قریش سرداروں میں سے کچھ لوگوں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا ہے لیکن دوسرے لوگ آپ کی دیانت اور اخلاق کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔

اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ ہے کہ وہ مدینہ آپ کے پاس ہجرت کر کے چلے جائیں اگر آپ لوگ ان کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہو تو ہمیں حلف دیں کہ آپ ان کی ہر طرح

سے مدد کریں گے۔

بنوخزرج اور بنواوس کے مسلمان سرداروں نے کہا کہ ہم نے آپ کی بات سن لی اب ہم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بات کریں تب ہم آپ کو جواب دیں گے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔295,296

بیعت عقبہ اولیٰ (2):

آپؐ نے قرآن کریم کی چند آیات کی تلاوت کی تب آپ نے ان تہتر مردوں اور دو عورتوں سے مخاطب ہو کر کہا میں نے اس جگہ پر اس لیے آپ سے ملاقات کی ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے مطابق سب کام کریں اور اپنے وعدوں کا احترام کریں۔ اب ہمارا مکہ میں رہنا مشکل ہے اس لیے میں اور میرے ساتھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں اگر آپ لوگ اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ لوگ مدینہ میں میری اور میرے ساتھیوں کی ایسے ہی حفاظت کریں گے جیسے آپ اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

حضرت بارہ آگے بڑھا اور اس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں سچ بیان کرنے کے لیے اللہ نے بھیجا ہے ہم ہر طرح سے آپؐ کی اور آپؐ کے ساتھیوں کی اپنے بال بچوں کی طرح حفاظت کریں گے۔ پھر ایک بنوخزرج کے سردار مبدل نے کہا اے خدا کے رسول اگر ہم تمہیں حفاظت کی ضمانت دیں گے تو مدینہ کے یہودی ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اس طرح ہم کمزور ہو جائیں گے آئیں پہلے ہم تمہارے اپنے قبیلے کے سرداروں پر فتح حاصل کریں۔

آپؐ مسکرائے اور کہا اگر آپ میرا اور میرے ساتھیوں کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا اور میرا خون ایک ہوگا جو لوگ تم سے جنگ کریں گے میں ان سے جنگ کروں گا، جو لوگ تمہارے ساتھ امن سے رہیں گے میں ان کے ساتھ امن سے رہوں گا۔ پھر سب لوگوں نے آپؐ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ ہم اللہ کے رسولؐ کی ہر طرح سے مدد کریں گے ان پر اور ان کے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔

پھر آپؐ نے بارہ لوگوں کو ان لوگوں میں منتظم مقرر کیا تا کہ یہ لوگ تمام معاملات میں

دوسروں کی مدد کریں اور معاملات کو نمٹائیں ان میں نو لوگ بنو خزرج سے تھے اور تین بنو اوس سے تھے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 299-297

وعدے کی پاسداری:

اس کے بعد سب لوگ اپنے کیمپ میں واپس چلے گئے جب وہ لوگ وہاں سے جا رہے تھے تو ایک چرواہے نے انہیں دیکھا اور وہ تیزی سے مکہ گیا اور جا کر قریش کے سرداروں کو اس بیت کے بارے میں بتایا۔

دوسرے دن مکہ کے قریش سرداروں کا ایک گروہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں مدینہ کے لوگوں نے پڑاؤ کیا تھا۔ وہ وہاں ان لوگوں سے ملے جو کہ مسلمان نہیں تھے لیکن انہوں نے قریش سرداروں کو بتایا کہ ان کو ایسی کسی بیت کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ تب قریش کے سردار وہاں سے چلے گئے تو ان غیر مسلموں نے جو بنو اوس اور بنو خزرج سے ہی تعلق رکھتے تھے انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ قریش کے سرداران سے جس بیت کے بارے میں پوچھ رہے تھے کیا یہ سچ ہے۔

مسلمانوں نے کہا ہاں یہ سچ ہے تو ان غیر مسلموں نے کہا پھر تو بہت ہی سنجیدہ معاملہ ہے۔ کیونکہ اتنا اہم فیصلہ کرتے ہوئے ان سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 301-300

جنگ کرنے کی اجازت:

دوسری بیت عقبہ اولیٰ تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت نہیں دی تھی کہ وہ کسی کے خلاف جنگ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی حکم دیا تھا کہ اس کے پیغام کو پھیلایا جائے اور جو لوگ خدا کے پیغام کو قبول نہیں کرتے ان کو نظر انداز کر دیا جائے جبکہ اس وقت قریش کے سردار مسلمانوں پر بہت ظلم کرتے تھے جس کی وجہ سے کچھ مسلمانوں نے اپنا عقیدہ چھوڑ دیا تھا اور کچھ لوگ خوف کی وجہ سے اپنے گھروں میں بند کر دیئے گئے تھے۔

لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی تھی کہ اپنے مخالفین کے خلاف جنگ

کریں۔

جو لوگ اس جنگ میں ہلاک ہوں گے وہ شہید کہلائیں گے اور سیدھے جنت میں جائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دو بہت سخت قسم کی ہدایات دیں کہ مسلمان صرف ان لوگوں سے جنگ کریں جو لوگ مسلمانوں کو ان کا عقیدہ چھوڑنے پر مجبور کریں۔ مسلمان طاقت کے دکھلاوے کے لیے اور دولت حاصل کرنے کے لیے جنگ نہ کریں۔ دوسری بات یہ کہ وہ مخالفین سے جنگ کرتے ہوئے ان سے دھوکا نہ کریں بلکہ جنگی قوائد کو ایمانداری سے استعمال کریں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا کہ جب مسلمان فتح حاصل کرلیں تو وہ اپنے دشمنوں کو بلاوجہ تنگ نہ کریں بلکہ امن کو برقرار رکھیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 314-305

ہجرت کرنے کا فیصلہ:

جب مسلمانوں پر جنگ کرنے کے احکام نازل ہوئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا تم اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جاؤ کیونکہ آپؐ نے کہا کہ مدینہ کے انصار آپ کا نیا قبیلہ ہیں وہ تمہارے رہنے کو گھر دیں گے، جہاں تم محفوظ رہو گے۔ آپ مکہ میں ہی ٹھہرے اور خدا کے احکام کا انتظار کرتے رہے۔

پہلا شخص جس نے مکہ سے مدینہ کی طرف اسلام کے لیے ہجرت کی وہ حضرت ابوسلام تھے۔ حضرت ابوسلام نے جب اپنے گھر کا سامان باندھ لیا اور اپنے اونٹ کو سفر کرنے کے لیے تیار کرلیا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اونٹ پر سوار ہو جاؤ تو اس وقت اس کی بیوی کے رشتے دار وہاں آ گئے۔ انہوں نے حضرت ابوسلام سے کہا تم جو چاہتے ہو کرو لیکن ہم تمہاری بیوی کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ تب انہوں نے حضرت ابوسلام کے ہاتھ سے اونٹ کی مہار چھین لی اور اس کی بیوی کو قابو کرلیا۔

حضرت ابوسلام نے اپنے بیٹے کا بازو پکڑ لیا اور چلا کر کہا کہ تم نے میری بیوی کو چھین لیا ہے لیکن تم میرے بیٹے کو نہیں چھین سکتے۔ اس کی بیوی کے چچا نے حضرت ابوسلام کے بیٹے کے بازو

پر تلوار سے حملہ کیا جس سے حضرت ابوسلام کے بیٹے کا بازو کٹ گیا پھر حضرت ابوسلام نے اپنے زخمی بیٹے کو اٹھایا اور مدینہ کی طرف دوڑا تھا۔

حضرت ابوسلام کی بیوی اپنے رشتے داروں کے قبضے میں بہت مشکل میں تھی کیونکہ اس کا خاوند اس سے جدا کر دیا گیا تھا اور بیٹے کو معذور بنا دیا گیا تھا۔ اس طرح حضرت ابوسلام مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور اس کے ایک سال بعد اس کی بیوی اور اونٹ کو بھی واپس کر دیا گیا۔

تاریخ ابن اسحاق۔314-315

خطرناک سفر:

جو لوگ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کر رہے تھے وہ دو، دو یا تین تین خاندان مل کر سفر کرتے تھے جبکہ انہیں اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے چھپنا بھی پڑتا تھا۔

جب حضرت عمرؓ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو ان کے خاندان کے علاوہ دو خاندان اور بھی تھے جن میں عیشؓ کا خاندان اور ہاشمؓ کا خاندان تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مکہ سے کچھ فاصلے پر ایک مخصوص جگہ پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور پھر وہاں سے مدینہ کی جانب سفر کریں گے کیونکہ ان دنوں مسلمانوں کے لیے مکہ شہر سے باہر جانا بہت بڑا خطرہ تھا وہ لوگ چوری چھپے ہجرت کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر دشمنوں نے ان کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی تو پھر ہر خاندان مختلف سمتوں میں سفر کرتے ہوئے مدینہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عیشؓ اپنے خاندانوں کے ساتھ مخصوص جگہوں پر پہنچ گئے لیکن ہاشم اور اس کا خاندان اس مخصوص جگہ پر نہ پہنچا۔ لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت عیشؓ نے مدینہ کی جانب اپنا سفر جاری رکھا بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ ہاشمؓ اور اس کے خاندان کو مکہ کے قریش سرداروں نے گرفتار کر لیا تھا اور ان پر بہت ظلم ڈھائے تھے۔ لیکن وہ اپنے عقیدے پر قائم رہے۔ ان دنوں قریش کے سردار مکہ کے مسلمانوں پر بہت ظلم کیا کرتے تھے اور انہیں مکہ چھوڑنے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن پھر بھی بہت سے لوگ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

تاریخ ابن اسحاق۔319-320

آپؐ کا ہجرت کرنا:

آپؐ کے بہت سے ساتھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے۔ لیکن آپؐ ابھی تک مکہ ہی میں تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے کہ کب انہیں ہجرت کرنے کا حکم آتا ہے۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کے ساتھ ہی مکہ میں تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ روزانہ ملاقات کرتے یہ ملاقات علی الصبح ہوتی یا رات کو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں دو اونٹ ہر وقت سفر کے لیے تیار کھڑے ہوتے کہ جیسے ہی آپ کو ہجرت کا حکم ملتا آپ فوراً روانہ ہو جائیں۔

ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا کیا مجھے بھی آپ کے ساتھ جانا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں، تب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خوشی سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زیادہ تر رشتے دار مدینہ کو ہجرت کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی اپنا زیادہ تر سامان مدینہ بھجوا چکے تھے۔ لیکن ان کی بھیڑ بکریاں ابھی تک مکہ میں تھیں۔ آپ اپنے ملازم چرواہے کے پاس گئے اور اسے ہدایات دیں کہ وہ بھیڑ بکریوں کو مکہ سے باہر فلاں جگہ لے جائے۔

دوپہر کے بعد آپ حضرت علیؓ کے گھر گئے اور انہیں کہا کہ تم چند دن مکہ میں رہو۔ کیونکہ مکہ کے لوگوں کی بہت سی امانتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں، مکہ کے لوگ آپ کو امانت دار کہتے تھے اور اپنی قیمتی چیزیں آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ سے کہا تم لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آ جانا۔

جب رات کچھ گہری ہو گئی تو آپ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دو اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ سے باہر چلے گئے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 327-328

مدینہ میں آمد:

حضرت علیؓ نے بھی اپنا کام نپٹا کر آپ کے پیچھے مدینہ کی جانب سفر شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ کے لوگوں نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔

ہر کوئی چاہتا تھا کہ آپ اس کے گھر قیام کریں۔ لیکن آپ نے کہا میں سب کا مہمان ہوں۔ اس لیے میں اپنی اونٹنی کی مہار چھوڑ دیتا ہوں یہ خود بخود جس جگہ بیٹھ جائے گی میں اسی کے ہاں قیام کروں گا۔

اونٹنی ایک ایسے گھر کے قریب بیٹھ گئی جس کے سامنے کھجوریں سکھانے کا میدان تھا۔ آپ حضرت ایوب انصاریؓ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور کھجوریں سکھانے کے خالی میدان کی جگہ خرید لی۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپ نے معقول قیمت ادا کر کے اس جگہ اپنے لیے گھر اور مسجد تعمیر کروائی۔

تب آپ نے مہاجرین اور انصار سے کہا کہ وہ اس جگہ مل کر مسجد تعمیر کریں جب یہ مسجد اور اس کے ساتھ آپ کے لیے گھر تیار ہو گیا تو آپ اس گھر میں آ گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 336,335

نماز کے لیے بلاوا:

آپؐ نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا تھا کہ پانچ وقت کی نماز کے لیے کس طرح مسلمانوں کو بلایا جائے۔

پہلے فیصلہ کیا گیا کہ یہودیوں کی طرح بگل بجایا جائے۔ پھر فیصلہ کیا گیا کہ نقارا بجایا جائے۔

تب حضرت عبداللہ نامی ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے خواب میں دکھائی دیا ہے کہ ایک شخص سبز کپڑے پہنے میرے پاس آیا، اس نے ایک دف اٹھا رکھی تھی، میں نے کہا یہ دف مجھے فروخت کر دو۔ اس نے پوچھا کہ میں یہ دف کیا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ہم اس دف کو بجا کر لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں گے۔ اس نے کہا خدا نے انسان کی آواز کو اس لیے بنایا ہے کہ

وہ اس سے دوسروں کو نماز کے لیے بلائے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کیا اس شخص نے تمہیں کوئی لفظ نہیں بتائے جو نماز کے لیے بلانے کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ نے کہا اس شخص نے مجھے یہ الفاظ بتائے تھے۔ اللہ بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آؤ نماز کے لیے، آؤ فلاح کے لیے اللہ بہت بڑا ہے، خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

آپ نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے تو آپ سمجھ گئے کہ یہ الفاظ خدا کی جانب سے ہی آئے ہیں۔

آپ نے حضرت بلالؓ کو بلوایا، کیونکہ حضرت بلالؓ کی آواز بہت ہی صاف اور لحن والی تھی۔ آپ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ ان الفاظ کے ساتھ لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤ۔

اس دن کے بعد روزانہ پانچ وقت کی نماز کے لیے حضرت بلالؓ مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر ان الفاظ کے ساتھ اذان دیتے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 347

ابوسفیان کا کارواں:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ اب اپنے دشمنوں سے جنگ کرو۔ اب آپ پر وحی کو نازل ہوتے ہوئے تیرہ سال ہو گئے تھے۔ اب آپ کی عمر ترپن (53) سال تھی۔

مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا کارواں شام سے مکہ واپس لوٹ کر آ رہا ہے۔ یہ کارواں بہت بڑا تھا اور اس میں مکہ کے بہت سے قریش سرداروں کا سرمایہ لگا ہوا تھا۔ اس کارواں کے ساتھ تیس سے چالیس کے قریب لوگ تھے۔

مسلمانوں نے کہا کہ ابوسفیان اور قریش کے سردار ہمیں اور ہمارے رشتے داروں کو مکہ میں تکالیف دیتے رہے ہیں بلکہ اب بھی مکہ میں موجود مسلمانوں کو انتہائی تنگ کرتے ہیں۔ اس لیے اب مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ ابوسفیان کے قافلے کو روک کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں۔

اس لیے مدینہ کے قرب وجوار سے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کیا گیا۔ کچھ لوگ تو اس بات سے متفق تھے لیکن کچھ لوگ بالکل متفق نہ تھے۔ کیونکہ ان لوگوں کو یقین نہ تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم خود اپنے قبیلے کے لوگوں کے خلاف کوئی ایسا قدم اٹھائیں گے۔

جب مسلمانوں نے ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کی پوری تیاری کر لی تو مدینہ میں قریش مکہ کے کچھ جاسوس بھی تھے، انہوں نے ابوسفیان کو پیغام بھیج دیا کہ مدینہ کے مسلمان اس کے کارواں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

ابوسفیان یہ خبر سن کر خوفزدہ ہو گیا۔ ابوسفیان نے مکہ میں قریش کے سرداروں کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگجوؤں کو لے کر آئیں تا کہ ان کے مال کی حفاظت کی جا سکے۔ ابوسفیان کا یہ قاصد بہت تیزی سے سفر کرتا ہوا صرف تین دن میں مکہ پہنچ گیا۔

تاریخ ابن اسحاق۔428,415

قریش کی جنگ کے لیے تیاری:

یہ خبر مکہ اور اس کے گردونواح میں فوراً پھیل گئی کہ ابوسفیان کے قافلے پر مسلمان حملہ کرنے والے ہیں۔ جبکہ ابوسفیان کے اس قافلے میں بہت سے قریش سرداروں کا پیسہ لگا ہوا ہے۔

دراصل مسلمان اس قافلے کو نکلہ کے مقام پر روکنا چاہتے تھے، مکہ کے سرداروں نے یا تو اپنے اپنے خاندان سے ایک ایک فرد کو بھیجا یا پھر ایک ایک غلام کو بھیجا۔ مکہ میں اس وقت موٹا ترین شخص امیہ تھا، وہ اپنا زیادہ وقت اپنے ساتھی سرداروں کے ساتھ خانہ کعبہ میں گپ شپ میں گزارتا تھا، ایک نوجوان جنگجو اس کے پاس آیا اور اس سے کہا تمہیں بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے کیونکہ تم جنگ نہیں کر سکتے اس لیے تم میں اور عورتوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔

امیہ غصے میں اٹھ کر گھر گیا اور اپنے ہتھیار اکٹھے کیے اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ مسلمان جب بدر کے مقام پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ مکہ سے قریش کا ایک بڑا لشکر ابوسفیان کے کارواں کی حفاظت کے لیے آ رہا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے مہاجرین نے کہا کہ ہمیں قریش کے لشکر کے ساتھ جنگ کرنا چاہیے۔

پھر آپ نے انصار سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے کہا کہ میں قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آپ کو مجبور نہیں کرتا کیونکہ تم لوگوں نے میری حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

لیکن انصار کے سرداروں نے کہا ہم آپ پر ایمان لے کر آئے ہیں اور جو کچھ اللہ کا رسول حکم دے گا وہی کچھ کریں گے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔434,433,430

ابوسفیان کا بچ نکلنا:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی بدر کے نزدیک ایک بہت بڑے ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اس ٹیلے کے سایے میں پڑاؤ کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لوگوں کو ٹیلے کی چوٹی پر بھیج دیا۔ کہ وہ دیکھیں کہ انہیں ابوسفیان کا قافلہ کہیں نظر آتا ہے یا انہیں قریش کی فوج کہیں نظر آتی ہے یا نہیں۔ ان دونوں آدمیوں نے آ کر بتایا کہ قریش کی فوج ٹیلے کی دوسری جانب خیمہ زن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ ان کی فوج کی تعداد کتنی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ نوسو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔

ابوسفیان جانتا تھا کہ قریش کی فوجیں بدر کے مقام پر خیمہ زن ہیں۔ وہ راستہ بدل کر دوسری جانب سے ایک راستہ پر پہنچا۔ اس نے وہاں بڑی تعداد میں اونٹوں کے گوبر کو دیکھا۔ ابوسفیان نے گوبر کو توڑ کر دیکھا تو اس میں کھجور کی گٹھلیوں کی آمیزش تھی۔

ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ ان اونٹوں کا گوبر ہے جو مدینہ سے آئے ہیں اور یہ اونٹ قبیلہ خزرج کے ہیں کیونکہ بنو خزرج ہی اپنے اونٹوں کو کھجوریں کھلاتے ہیں۔ اس طرح اس نے اندازہ لگایا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج بھی بدر کے قریب ہی پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ اس لیے اس نے اپنا راستہ بدل لیا تھا اور اس طرح وہ بچ کر مکہ پہنچ گیا۔

جب ابوسفیان کا قافلہ حفاظت سے مکہ پہنچ گیا۔ تو اس نے بدر میں قریش سرداروں کو پیغام بھیجا کہ وہ لوٹ کر مکہ آ جائیں لیکن ابوجہل جو اپنے آپ کو قریش کا بڑا سردار کہتا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ہم اس وقت تک مکہ واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے جب تک ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں اور ہم اس وقت تک اونٹوں کے گوشت پر گزارہ کریں گے۔

جب تمام عرب ہماری فتح کی خبر سنے گا تو ہم سے ہمیشہ خوفزدہ رہے گا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔436,437,438

حباب کا مشورہ:

آنحضرتؐ کے ساتھیوں میں ایک شخص کا نام حباب تھا۔ وہ آپؐ سے ملنے آیا اور آپؐ سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا ہے؟ یا یہ جگہ صرف فوج کے پڑاؤ کے لیے ہے؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا حکم نہیں دیا تو حباب نے کہا۔ اے اللہ کے رسول میں آپؐ کو مشورہ دیتا ہوں کہ ہمیں بدر کے کنویں کی جانب بڑھنا چاہیے کیونکہ اس کنویں پر قبضہ کرنے سے دشمن وہاں سے پانی نہ لے سکے گا۔

آپؐ نے حباب کے مشورے کو پسند فرمایا اور رات کے وقت آپؐ کے لوگوں نے کنویں پر قبضہ کر لیا اور صبح کے وقت جو بھی قریش کا شخص کنویں سے پانی لینے آیا اس کو وہیں ہلاک کر دیا۔

اب حضرت عبداللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور ان سے کہا اے خدا کے رسول ہم آپؐ کے لیے ایک جھونپڑی تعمیر کر دیتے ہیں۔ جہاں سے آپؐ ہونے والی جنگ پر نظر رکھ سکیں گے اور ہم آپ کے اونٹ کو اس جھونپڑی سے باندھ دیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی تو ہم آپ کی خوشی کو دیکھ سکیں گے جس سے ہماری خوشی بڑھ جائے گی۔ اگر خدا نہ کرے کہ ہمیں شکست ہو گئی تو آپؐ وہیں سے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ چلے جائیں۔ تب سب لوگوں نے مل کر بدر میں ایک اونچی جگہ پر ایک جھونپڑی تعمیر کی۔ جہاں سے آپؐ اپنے ساتھیوں کو ہدایات جاری کرتے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔439,440

آمنے سامنے مقابلہ:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے رب العالمین قریش اپنے غرور اور تکبر سے تمہیں شکست دینا چاہتے ہیں۔ میں جو کہ تمہارا رسول ہوں الزام دیتے ہیں تو ہماری مدد فرما اپنے وعدے کو پورا کر اور ان کو یعنی اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے۔

ابو جہل اور دوسرے قریش کے سرداروں نے امیہ کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگائے۔

امیہ نے واپس آ کر بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کی تعداد تقریباً

تین سو کے قریب ہے۔ امیہ نے کہا کہ ان کی تعداد ہمارے مقابلے میں بہت ہی قلیل ہے، میں نے ان کے چہروں پر موت کا خوف نہیں دیکھا، بلکہ ہمارے لوگوں پر موت کا خوف طاری ہے۔ میں کہتا ہوں ہمیں جنگ کرنے کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

عتبہ نے کہا اے اہل قریش تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کر کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکو گے۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں بھی ہمارے جیسے ہی قریش لوگ کافی تعداد میں ہیں۔ جب تم ان میں سے کسی کو قتل کرو گے تو اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے ہی رشتے دار کو قتل کرو گے۔ ان کی موت کے سائے تم پر بھی پڑیں گے۔ اس لیے واپس جانا چاہیے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوسرے قبائل نپٹ لیں گے۔

ابوجہل نے چلا کر کہا، عتبہ تمہارے پھیپھڑوں میں خوف بھر گیا ہے۔ تم ہمیں اس لیے واپس جانے کو کہتے ہو کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوف زدہ ہو۔

دوسرے قریش کے سرداروں نے بھی عتبہ کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا جنگ ضرور ہونا چاہیے۔

اسود ایک قریش جنگجو تھا اور جنگ کرنے میں خاص مہارت رکھتا تھا، وہ آگے بڑھا اور اس نے کہا، میں اس کنویں سے پانی پیوں گا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے قبضہ کر رکھا ہے یا پھر میں مر جاؤں گا۔

مسلمانوں کی جانب سے حضرت حمزہؓ آگے بڑھے اور انہوں نے اسود کی مبازرت قبول کی، وہ دونوں آپس میں ٹکرائے تو حضرت حمزہؓ نے اس کی ٹانگوں پر تلوار کا وار کیا، اسود پیچھے کی طرف گرا۔ حضرت حمزہؓ نے تلوار کا دوسرا وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد عتبہ آگے بڑھا اور چلا کر کہا کون ہے؟ جو میرے مقابلے پر آئے۔ تین انصاری آگے بڑھے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنوخزرج سے ہیں۔ عتبہ نے کہا ہماری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے، اس لیے تم واپس جاؤ۔

قریش کے سرداروں نے چلا کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم ہمارے مقابلے کے لیے ہمارے رتبہ کے لوگوں کو بھیجو۔

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو کہا کہ تم آگے جاؤ۔ عتبہ نے پھر پوچھا تم کون ہو؟ ان تینوں نے عتبہ کو بتایا کہ وہ کون ہیں۔ عتبہ کے ساتھ قریش کے جنگجوؤں میں سے

مزید دو شخص آ گئے ان میں ایک شیباہ تھا اور دوسرا ولید تھا۔

حضرت حمزہؓ نے شیباہ کو جالیا اور اس کا کام تمام کر دیا، حضرت علیؓ نے ولید کا کام تمام کر دیا۔ عتبہ اور حضرت عبیدہؓ آپس میں ٹکرائے اور دونوں زخمی ہوئے، تب حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو انجام تک پہنچا دیا اور پھر وہ حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر واپس اپنی صفوں میں لے گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 443,442,441,440

جنگ کے لیے روحانی تیاری:

رات کو بہت زیادہ بارش ہوئی، نرم ریت سخت ہو گئی، ایک ایک کا مقابلہ ختم ہو چکا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا وہ نزدیکی پہاڑ پر جا کر صفوں میں کھڑے ہو جائیں۔ اگر دشمن اوپر آنے کی کوشش کرے تو اسے تیروں سے نشانہ بنائیں۔ تب آپ نے صفوں کا معائنہ کیا اور آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا۔ ایک حضرت سعودؓ نامی جنگجو صف سے باہر تھا۔ آپ نے اس کے پیٹ پر ہلکا سا تیر مار کر کہا کہ اپنی صف میں کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت سعودؓ نے کہا کہ آپ نے مجھے زخمی کر دیا ہے اے خدا کے رسولؐ! اس لیے انصاف کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی قمیض اٹھائیں تاکہ میں اپنا بدلہ لے سکوں، آپ نے اپنی قمیض اٹھا دی، حضرت سعودؓ آپ کے سامنے جھکا اور آپ کے جسم کا بوسہ لیا۔

آپ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اے خدا کے رسول حضرت سعودؓ نے کہا مجھے یقین ہے کہ میں اس جنگ میں شہید ہو جاؤں گا۔ یہ آخری وقت ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ میں آپ کے جسم کو چھو سکوں۔ تب آپ نے اس کو دعا دی۔

پھر آپ اپنی جھونپڑی میں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ وہاں سے آپ نے بدر کے میدان کا جائزہ لیا۔ پھر آپ نے بہت ہی جذباتی ہو کر خدا سے دعا کی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 444-439

دشمن کو شکست فاش:

جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونچی آواز میں

اپنے ساتھیوں سے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں جو اس دن پوری شجاعت سے جنگ کرے گا اگر وہ جیتا تو غازی اگر وہ جنگ میں شہید ہو گیا تو سیدھا جنت میں جائے گا۔ تب سب لوگوں نے چلا کر کہا یہ سچ ہے کہ ہمارے اور جنت کے درمیان کسی چیز کی رکاوٹ نہیں تب مسلمان قریش کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔

ابو جہل نے چلا کر کہا کہ ان کو تباہ و برباد کر دو۔

پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین سے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر قریش کے لشکر کی جانب پھینکیں اور ان کے جو جنگجو آگے بڑھ رہے تھے وہ وہیں رُک گئے۔

مسلمان آہستہ آہستہ پہاڑی پر سے اترنا شروع ہوئے جبکہ قریش پہاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے تب مسلمانوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور قریش کی صفوں کے آگے والے لوگ ان تیروں کا نشانہ بنے اور اپنے ہی لوگوں پر گرتے گئے جبکہ مسلمانوں نے دشمن پر یلغار جاری رکھی اس گھمسان کی جنگ میں قریش کے بہت سے سردار مارے گئے اور کئی لوگ گرفتار کر لیے گئے لیکن کچھ لوگ ابو جہل سمیت وہاں سے بھاگ نکلے۔ انصار کے ایک گروہ نے ان کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھونپڑی کی جانب جانا چاہتا تھا وہ انصاریوں کا گروہ جا کر آپؐ کی جھونپڑی کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپؐ کی حفاظت کرنے لگا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 445

قیدیوں کے ساتھ سلوک:

اس طرح دشمن کو شکست فاش ہو گئی۔ آپؐ نے حکم دیا کہ دشمن کے قیدیوں کو مدینے لے جایا جائے۔ حضرت سعدؓ جو کہ آپؐ کے قریب کھڑے تھے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا میں نے جو تم سے کہا ہے کیا تم لوگوں نے وہ سن لیا؟ حضرت سعدؓ نے کہا جی ہاں آپؐ نے فرمایا ہمیں یہ فتح خدا نے دی ہے۔ آپؐ نے کہا میں ان لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو شہید ہوئے۔

آپؐ نے محسوس کیا کہ حضرت سعدؓ کا رویہ قیدیوں کے ساتھ کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آپؐ نے کہا کہ دو قریش کے قیدیوں کو الگ کر لیا جائے جن میں حضرت عباس جو کہ آپؐ کے چچا تھے اور ایک بختاری نام کا قریش تھا جو مکہ میں ہمیشہ آپؐ کی عزت کیا کرتا تھا۔ تب حضرت سعد نے کئی

قیدیوں کو قتل کر دیا لیکن بہت سے قیدیوں کو زندہ بچالیا گیا۔

بختاری کو ایک انصاری کے حوالے کیا گیا لیکن بختاری کے ساتھ ایک اور شخص تھا جس کو حضرت عمرؓ نے کہا کہ قتل کر دیا جائے۔ بختاری نے کہا کہ یہ شخص میرے ساتھ اونٹ کی سواری میں شریک تھا۔ کیا اس شخص کو زندہ نہیں رکھا جا سکتا لیکن اس انصاری نے کہا کہ ہم اس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے جبکہ صرف تیرے متعلق کہا گیا ہے کہ تمہیں زندہ رکھا جائے۔ بختاری نے کہا کہ تب میں بھی اس شخص کے ساتھ ہی مروں گا تا کہ مکہ کی عورتیں یہ نہ کہیں کہ بختاری نے بزدلی دکھائی اور اپنے دوست کے بدلے میں اپنی زندگی بچالی۔ بختاری نے یہ الفاظ کہنے کے ساتھ ہی اس انصاری پر خالی ہاتھوں سے حملہ کر دیا اور اس انصاری نے بختاری کو اپنی تلوار سے قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 447-446

لاشوں کا دفنایا جانا:

آپؐ نے حکم دیا کہ ایک بڑا سا گڑھا کھودا جائے اور دشمن کی لاشیں اس گڑھے میں رکھ کر دفنا دی جائیں۔ ایک ایک کر کے لاشیں اس گڑھے میں پھینکی گئیں صرف ایک لاش کو اس گڑھے میں نہ پھینکا گیا۔ یہ عتبہ کی لاش تھی جو کہ بھاری ہتھیاروں کی وجہ سے سوج گئی تھی جب اس لاش کو اٹھایا جانے لگا تو یہ اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ گوشت کے ٹکڑے ہاتھوں میں آ گئے تھے اس لیے اس لاش کو ایک طرف رکھ کر اس پر بہت سے پتھر رکھ دیئے گئے۔

گڑھے میں جو لاشیں پھینکی گئیں عتبہ کی لاش، حدیفہ کی لاش، حدیفہ کا بیٹا اپنے باپ کی لاش کو دیکھ رہا تھا اور اس کا چہرہ خوف سے سفید ہو گیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم اپنے باپ کی لاش دیکھ کر اس قدر پریشان کیوں ہو گئے اس نے کہا کہ مجھے اپنے باپ کی موت کا غم ہے کہ وہ عقل مند اور مہذب شخص تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ ایک دن اسلام قبول کر لے گا اس لیے میں پریشان ہوں کہ وہ اسلام قبول کیے بغیر مر گیا۔ آپؐ نے اس کو تسلی دی اور اس کا حوصلہ بڑھایا۔

شام کو آپؐ اس گڑھے کے پاس کھڑے ہو گئے اور پکار کر کہنے لگے اے عتبہ۔ یتبہ عتیہ اور ابوجہل تم نے دیکھا کہ سچ کیا تھا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ خدا نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا؟ آپؐ کے

کچھ ساتھیوں نے پوچھا کہ آپؐ مردوں کو پکار رہے تھے کیا وہ سنتے ہیں۔ آپؐ نے کہا کہ وہ جب زندہ تھے تو بہرے تھے شاید اب وہ میری آواز کو سنیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔454-455

مسلمانوں کی فتح:

آپؐ نے مدینہ کی جانب ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ مدینے کے لوگوں کو بتادے کہ فتح حاصل ہو گئی ہے جب فتح کی خوشخبری لے کر قاصد مدینہ پہنچا تو اس وقت مدینہ کے لوگ آپؐ کی بیٹی رقیہؓ کو دفنا کر قبرستان سے واپس آرہے تھے۔

جب آپ اپنے لوگوں کے ساتھ مکہ کے قیدیوں کو لے کر رواہ نامی گاؤں کے قریب سے گزرے تو وہاں کی عورتوں نے اپنے گھروں سے مسلمانوں کو فتح کی مبارکباد دی۔ تو آپؐ کے ایک صحابی حضرت سلامہؓ نے کہا کہ تم کس چیز کی ہمیں مبارکباد دے رہی ہو ہم نے تو ان کو ایسے بکھیر دیا جیسے لکڑی سے بنے ہوئے بت ہبل ہوں۔ اس پر آپ مسکرائے اور حضرت سلامہؓ سے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تم قریش کے سرداروں کے بارے میں کہہ رہے ہو جو کہ بت ہبل کی پوجا کرتے ہیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔456,457,458

ملے جلے جذبات:

جب مسلمان مدینہ پہنچے تو آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ ایک ایک شخص ایک ایک قیدی کو اپنے گھر لے جائے اور جب تک ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا یہ آپ لوگوں کے پاس ہی رہیں گے۔ ان قیدیوں کے کئی رشتے دار مہاجرین بھی تھے۔ جب ان قیدیوں کو ان کے رشتے داروں کے سامنے سے گزارا گیا تو وہ قیدی اپنی ذلت برداشت نہ کر سکے اور رونے لگے۔ آنحضرتؐ ایک سہیل نامی قیدی کو اپنے گھر لے گئے۔ سہیل آپ کی بیوی سودہؓ کا چچازاد تھا۔ جب حضرت سودہؓ نے سہیل کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں تو وہ چلا کر کہنے لگیں کہ تمہیں اس ذلت کو برداشت کرنے سے پہلے عزت کی موت مر جانا چاہیے تھا۔ آپؐ نے حضرت سودہؓ کو روکا کہ ایسا

مت کہو کیا تم خدا اور اس کے رسول سے زیادہ بہتر جانتی ہو؟ حضرت سودہؓ نے کہا کہ میں اپنے چچازاد کو اس حالت میں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی کہ میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا کہ میں سہیل کے سامنے کے دانت توڑنا چاہتا ہوں اور اس کی زبان گلے سے کھینچ لینا چاہتا ہوں تاکہ وہ آپؐ کے متعلق کبھی گستاخانہ بات نہ کر سکے۔ آنحضرتؐ نے کہا میں نہیں چاہتا کہ کسی قیدی کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گا۔

مکہ میں ان قیدیوں کے رشتے دار بہت بھاری فدیہ دے کر ان کو فوراً رہا کروا لینا چاہتے تھے لیکن قریش کے سردار فدیہ ادا کرنے میں دیر کرنا چاہتے تھے تاکہ اس طرح ان قیدیوں کا فدیہ کم کروایا جائے۔

تاریخ ابن اسحاق۔459,461,462,463

ایک بیوی کا اپنے شوہر کے لیے ایثار:

قریش کا ایک قیدی جس کا نام ابول تھا وہ ایک انصاری سردار بارا کے حوالے کیا گیا۔ ابول آنحضرتؐ کی بیٹی زینب کا خاوند تھا۔ جب آنحضرتؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو ابول اپنے قدیم مذہب پر ہی قائم رہا۔ جب آنحضرتؐ مدینہ کو ہجرت کر گئے تو آپ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو بھی مکہ ہی میں رہنے پر مجبور کیا۔ اب حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند ابول کی رہائی کے لیے ایک بھاری فدیئے کی رقم مدینہ روانہ کی تاکہ اس کے خاوند کو رہا کیا جائے۔ فدیے کی اس رقم میں وہ ہار بھی شامل تھا جو آپؓ کو آپ کی والدہ خدیجہؓ سے ملا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ ہار حضرت زینبؓ کی شادی کے موقع پر اسے تحفے کے طور پر دیا تھا۔

جب فدیہ کی رقم آنحضرتؐ کے سامنے رکھی گئی تو آپ اس ہار کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ آپؐ ابول کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تمہیں فدیہ دیئے بغیر ہی رہا کیا جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم حضرت زینبؓ کو مدینہ آنے کی اجازت دو گے۔

جب ابول مکہ پہنچا تو اس نے حضرت زینبؓ کو آپ کی شرط کے بارے میں بتایا حضرت زینبؓ خدا اور اپنے والد سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ اس لیے وہ فوراً مدینہ کے لیے روانہ ہو گئیں

اوران کے ساتھ ان کا دیور تھا۔

جب قریش کے سرداروں نے سنا کہ حضرت زینبؓ مدینہ جارہی ہیں تو انہوں نے سوچا کہ یہ ہمارے قبیلے کی توہین ہے انہوں نے ابوسفیان کے ساتھ کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کو پکڑ کر مکہ واپس لے آئیں۔

جب یہ لوگ حضرت زینبؓ اور اس کے دیور کے پاس پہنچے تو ابوسفیان نے کہا کہ تم بہت بڑی غلطی کررہے ہو۔ تو حضرت زینبؓ کے دیور حضرت زینبؓ کو واپس لے کر مکہ آگئے تا کہ ان کے خاندان کو قریش سرداروں کے ظلم کا نشانہ نہ بننا پڑے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 465,466,467

ابولؓ کا اسلام قبول کرنا:

ابولؓ مکہ کے امیر ترین سوداگروں میں سے تھا۔ ابولؓ ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام جایا کرتا تھا اور اس تجارتی سامان میں قریش کے بہت سے سرداروں کا سرمایا لگا ہوتا تھا۔ ابولؓ شام سے قافلہ لے کر آرہا تھا تو اسے شک گزرا کہ کہیں اس کے قافلہ پر مسلمان حملہ نہ کردے۔ اس لیے ابولؓ اپنا قافلہ لے کر مدینہ کی طرف چل دیا لیکن بنوخزرج کے لوگوں نے قافلے پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا۔ ابولؓ مدینے آگیا اور آ کر حضرت زینبؓ سے ملا کیونکہ حضرت زینبؓ کچھ ماہ پہلے مکہ سے مدینہ آچکی تھیں۔ وہ اپنے خاوند کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اگلی صبح حضرت زینبؓ نے آنحضرتؐ کو بتایا کہ ابولؓ مدینہ میں ہے۔ جب ابولؓ نے اپنے قافلے کا حال آپ کو سنایا تو آپؐ نے قافلے کے حملہ آوروں کو بلوایا اور حکم دیا کہ ابول کا سامان واپس کیا جائے تو ان لوگوں نے فوراً تمام سامان لا کر ابولؓ کے حوالے کر دیا اور ابول اپنا قافلہ لے کر واپس مکہ آ گیا۔

ابولؓ نے جن لوگوں کا پیسہ تجارت میں لگایا ہوا تھا ان کو واپس کیا تب اس نے ہر کسی سے کہا کہ میں مسلمانوں کی فیاضی اور دیانتداری سے بہت متاثر ہوا ہوں اور میں مسلمان ہو کر ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ تب ابولؓ مدینے واپس لوٹ آیا اور وہاں آ کر اسلام قبول کیا۔ ابولؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں نے بہت زیادہ خوشی محسوس کی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 469,470

کعب کی چالاکی:

جو لوگ بنواوس اور بنوخزرج کی صلح اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح سے حسد کرتے تھے ان میں ایک کعب نامی شخص بھی تھا۔ وہ مدینہ کا یہودی تھا وہ مدینہ سے مکہ گیا وہاں اس نے ایسی نظمیں کہیں جن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کا مذاق اڑنا مقصود تھا اس نے اہل قریش کو اکسایا کہ وہ بدر میں مرنے والوں کا انتقام لیں۔

جب کعب کی اس حرکت کے بارے میں مدینہ کے لوگوں کو معلوم ہوا تو آنحضرتؐ نے پوچھا کوئی ہے جو اس دہشت گرد سے مسلمانوں کا پیچھا چھڑائے؟ ایک نوجوان اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اس کا کام میں تمام کروں گا۔ وہ نوجوان مکہ کی جانب روانہ ہو گیا اس کے ساتھ اس کا دوست حضرت ابو نائلہ بھی تھا۔ وہ جا کر کعب کے گھر میں ٹھہرے اور کعب کو بتایا کہ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ شام کے وقت جب وہ کعب کے ساتھ باہر سیر کرنے کو گئے تو ان دونوں نوجوانوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس طرح دشمنِ اسلام سے نجات پائی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔545,548,551,552

ابوسفیان کی فوج:

بدر میں قریش کے بہت سے سردار مارے گئے تھے اب مکہ کے لوگوں کا سردار ابوسفیان تھا، ابوسفیان نے شہر کے لوگوں کی ایک مجلس بلائی اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے ہمارے بہت سے اچھے شہریوں کو ہلاک کر دیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ بدر میں مرنے والوں کا انتقام لیا جائے۔ میں شام سے ایک بہت بڑا قافلہ باحفاظت لے کر آیا ہوں اور میں اس کے تمام منافع کو آئندہ مسلمانوں سے ہونے والی جنگ کے لیے وقف کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے عرب کے تمام سرداروں سے فنڈ اکٹھا کیا اور عرب کے مختلف قبیلوں سے جنگجوؤں کو معاوضے پر بھرتی کیا اور بدر کے مقابلے میں کئی گنا بڑی فوج اکٹھی کر لی۔

مکہ کے امیر تاجروں کے پاس بہت سے حبشی غلام تھے یہ حبشی غلام نیزہ بازی میں اپنا ثانی

نہیں رکھتے تھے۔ ان حبشیوں میں وحشی نام کا ایک غلام تھا وہ نیزہ پھینکنے میں بہت زیادہ ماہر تھا۔ وحشی کو ابوسفیان کی فوج میں بھرتی کیا گیا اور اس کے آقا نے کہا کہ اگر وحشی حضرت حمزہؓ کو قتل کرے گا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ نے قریش کے بہت سے سرداروں کو بدر میں قتل کیا تھا۔

ابوسفیان نے مکہ کی عورتوں کو بھی اپنی فوج میں شامل کیا تا کہ وہ مردوں کو رجز پڑھ کر جنگ کے لیے اکساتی رہیں اور ان کو میدانِ جنگ سے بھاگنے نہ دیں۔ ابوسفیان اپنی فوج کو لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہوا اور مدینہ کے نزدیک ایک وادی میں خیمہ زن ہو گیا۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 555,557

قریش کی فوج کا اُحد کی گھاٹی میں قیام:

جب آپؐ نے سنا کہ مدینہ کے نزدیک ابوسفیان نے اپنی فوج کو اُحد کی گھاٹی میں قیام کروایا ہے تو آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔

کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ مدینہ شہر میں ہی ابوسفیان کی فوج کا مقابلہ کرنا چاہیے اس میں عبداللہ نامی ایک سردار تھا جس نے مشورہ دیا کہ مدینہ شہر میں رہ کر قریش کی فوج کا انتظار کیا جائے یہ عبداللہ جنگ بدر میں موجود نہ تھا جبکہ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ شہر کے اندر محصور ہو کر جنگ کرنا بزدلی اور کمزوری ہے۔

آپؐ کے کچھ صحابہؓ نے زور دیا کہ شہر سے باہر نکل کر بدر کی گھاٹی میں جا کر ابوسفیان کی فوج کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ لیکن عبداللہ کا کہنا تھا کہ اگر ہم مدینہ شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کریں گے تو ہمارے شہر کے بچے اور عورتیں بھی شہر کی دیواروں پر سے پتھر پھینک کر ابوسفیان کی فوج کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن مہاجرین کا اسرار تھا کہ شہر سے باہر نکل کر ابوسفیان کی فوج کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 558

اُحد کی جانب کوچ:

آپؐ کے ساتھ تقریباً ایک ہزار کے قریب لوگ تھے۔ جب آپؐ کی قیادت میں مسلمانوں

کا یہ لشکر مدینہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر پہنچا تو عبداللہ نے اپنے تین سو کے قریب ساتھیوں کو اسلامی لشکر سے علیحدہ کر لیا اور کہا کہ میں اس لیے اپنے آدمیوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا کہ ان لوگوں نے میری بات کو نہیں مانا اس طرح وہ اپنے آدمیوں کو لے کر واپس مدینہ آ گیا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ قبائل کے لوگوں نے اسلامی لشکر کا ساتھ چھوڑ کر عبداللہ کے ساتھ واپس آ گئے۔

ان لوگوں کو کچھ مسلمانوں نے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ عبداللہ کے ساتھ واپس آ گئے۔

لیکن آپؐ کے بہت ہی قریبی ساتھیوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ لوٹ کر مدینہ نہیں جائیں گے بلکہ قریش کی فوج کا مقابلہ اُحد کے میدان میں کریں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؐ کے کچھ ساتھیوں نے کہا کہ ہم اپنے یہودی دوستوں کو اپنی فوج میں لے آئے ہیں لیکن آپؐ نے سختی سے منع فرما دیا کہ ہمیں ان لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ کے ساتھ سات سو سے بھی کم لوگ تھے۔ آپؐ اپنے لشکر کو لے کر اُحد کے پہاڑ کے اوپر لے گئے جبکہ پہاڑ کے دوسری جانب قریش کی فوج تھی اور ان کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی اور ان کی فوج میں دو سو گھوڑے تھے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 559,561

دونوں لشکر آمنے سامنے:

دوسرے دن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو ابوسفیان نے بنوخزرج اور بنواوس کے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ہے تم اپنے گھروں کو جاؤ تا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقابلہ کر سکوں کیونکہ یہ بھی میرے ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن مہاجرین نے ابوسفیان کو بہت ہی سخت جواب دیا کہ ہم اب ایک خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے ہمارا رشتہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہارے قبائلی رشتے سے زیادہ مضبوط ہے۔

ابوسفیان نے ہراول دستوں سے کہا کہ تم اپنے جھنڈے کو نہ گرنے دینا جیسے کہ بدر میں کیا تھا کیونکہ جنگ کا دارومدار جھنڈے پر ہوتا ہے۔ تو اس کی صفوں سے آواز آئی ابوسفیان ہماری توہین نہ کرو اب تم دیکھنا کہ ہم کیسے جنگ کرتے ہیں اور ابوسفیان بھی ان سے یہی بات سننا چاہتا تھا۔

دُوبدُو جنگ شروع ہوئی تو ابوسفیان نے بہت سی عورتوں کو میدانِ جنگ میں بھیج دیا تا کہ وہ

اس کی فوج کے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھائیں وہ عورتیں رجز گا کر اپنے جنگجوؤں کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں۔

حضرت حمزہؓ بہت ہی بہادری سے جنگ کر رہے تھے وہ ابوسفیان کی فوج کی صفیں کاٹتے ہوئے دشمن کی فوج کے قلب تک پہنچ گئے اور وہ اپنی تلوار سے اپنے دائیں اور بائیں دشمن کو کاٹتے ہوئے جا رہے تھے۔

تب وحشی نامی ایک حبشی غلام نے آپؑ پر نیزہ پھینکا جو کہ حضرت حمزہؓ کے پیٹ میں لگا اور پیٹھ کی جانب نکل گیا۔ حضرت حمزہؓ نے وحشی کی جانب بڑھنے کی کوشش کی لیکن چند قدم چلنے کے بعد وہ گرے اور شہید ہو گئے۔

مسلمان بہت ہی بہادری سے لڑ رہے تھے اور دشمن کے پاؤں اکھڑ رہے تھے ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مسلمان فتح کے قریب تھے لیکن پھر یہ فتح شکست میں بدل گئی۔

حضرت محمدؐ اپنے اونٹ پر سوار تھے کہ ایک کافر نے پتھر پھینک کر مارا جو آپؐ کے چہرے پر لگا اور آپ کا دانت شہید ہو گیا۔ تب آپؐ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں جس سے مسلمانوں کے لشکر میں بدلی پھیل گئی۔

تاریخ ابن اسحاق۔561,562,563,564,571

جنگ کا خاتمہ:

لیکن آپؐ کے کچھ ساتھیوں نے آپؐ کو صحیح سلامت پہاڑ پر کھڑے دیکھ لیا اور چلا کر کہا کہ خدا کے رسول صحیح سلامت ہیں تب قریش کی فوج کے بہت سے سپاہی آپؐ کی جانب لپکے لیکن انصاری بہادروں نے آپؐ کے گرد حفاظتی حلقہ بنا لیا اور آپؐ کو محفوظ مقام پر لے گئے۔

مسلمانوں کے حضرت حمزہؓ اور کچھ دوسرے بہادر جرنیلوں کی شہادت کی وجہ سے اور آپ کے زخمی ہو جانے کی وجہ سے جنگ کے حالات مسلمانوں کے حق میں نہ رہے اور اس طرح اہل قریش بھی اب جنگ کے قابل نہ رہے تھے کیونکہ ان کے بھی کئی جنگجو سردار مارے گئے تھے۔

ابوسفیان نے اپنے جنگجوؤں کو اکٹھا کیا اور اونچی آواز سے چلا کر کہا کہ ہم نے بدر کی شکست کا بدلہ لے لیا ہے۔

لیکن آپؐ نے جواب میں کہا کہ تم اور ہم برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمارے جنگجو شہید ہیں اور تمہارے جنگجو جہنم واصل ہوئے ہیں۔

پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب ہمیں اپنے شہیداء کو یہیں دفن کر دینا چاہیے اور ہمیں جلدی سے شہر پہنچنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ اہل قریش مدینہ میں داخل ہو کر ہمارے بچوں اور عورتوں کو پریشان کریں۔ لیکن حضرت علیؓ نے بتایا کہ وہ لوگ مکہ کی جانب سفر کر رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے شہداء نے خدا کے راستے میں جنگ کی ہے اس لیے یہ لوگ قیامت کے دن جب اٹھائے جائیں گے تو ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے۔

جنگِ خندق اور مدینہ کا محاصرہ:

مدینہ میں بہت بڑی تعداد میں یہودی بھی رہتے تھے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت بغض رکھتے تھے۔

کچھ یہودی مکہ گئے تا کہ وہ قریش سرداروں کے ساتھ منصوبہ بنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے دین کو ختم کر دیں قریش کے سرداروں نے یہودیوں سے کہا کہ تمہارا مذہب بہت قدیم ہے اس لیے تم سمجھ سکتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا مذہب کے حوالے سے کیا جھگڑا ہے۔

آپ خود ہی بتائیں کہ ہمارا دین اچھا ہے جو کہ ہمارے آباؤ اجداد کا دین ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اچھا ہے۔ یہودی بہت چالاک تھے انہوں نے قریش سرداروں کو کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارا دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے بہت بہتر ہے۔ قریش کے سردار یہودیوں کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور اس طرح انہوں نے یہودیوں کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہودیوں اور قریش سرداروں کی ملاقات کا علم ہوا تو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب مکہ کے قریش ہم پر ضرور حملہ آور ہوں گے۔

پھر کچھ ہی مہینوں بعد مکہ کے قریش مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک بڑی فوج لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

آنحضرتؐ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ انہیں اس متوقع جنگ کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے۔ آپؐ کے ایک صحابی حضرت سلیمان فارسی نے مشورہ دیا کہ شہر کے گرد اس جگہ خندق کھودی جائے جہاں سے حملہ آور شہر کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ سب نے اس تجویز کو پسند کیا۔

مدینہ کے جس جانب پہاڑ نہ تھے اور وہاں سے دشمن شہر میں داخل ہو سکتا تھا وہاں مسلمانوں نے خندق کھودنا شروع کر دی اس مشکل کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حصہ لیا۔ جب خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا تو چند دنوں بعد ابوسفیان مکہ سے ایک بڑی فوج لے کر مدینہ پہنچ گیا۔ مکہ والوں کی فوج کے ساتھ یہودی قبائل کی فوج بھی تھی لیکن جب انہوں نے شہر میں داخل ہونے کے راستے میں خندق کھدی ہوئی دیکھی تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ شہر پر قبضہ نہیں کر سکتے۔
تب انہوں نے فیصلہ کیا کہ مدینہ کا محاصرہ کر لیا جائے اور ایک دن مدینہ کے لوگ اس محاصرے سے تنگ آ کر باہر ضرور آئیں گے۔ یہ محاصرہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ لیکن مدینہ کے لوگوں کو اس محاصرے سے کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ کیونکہ ان کے پاس کھانے پینے کے لیے وافر مقدار میں سامان موجود تھا۔

جبکہ قریش کی فوج کو اس محاصرے میں کئی مسائل کا سامنا تھا۔ کیونکہ انہیں کھانے پینے کی اشیاء کی قلت ہو گئی تھی اس وجہ سے وہ فاقے کرنے لگے تھے اور ان کے جانور بھوک سے مرنے لگے تھے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 669,670,673,677

حضرت نعیمؓ کی ذہانت:

قریش کے جنگجوؤں میں ایک کا نام حضرت نعیمؓ تھا۔ وہ خفیہ طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ وہ قریش کی فوج کے ساتھ اس لیے تھا تا کہ ان کی حرکات وسکنات کے بارے میں معلوم کر کے تمام معلومات مسلمانوں کو دے سکے۔

ایک رات وہ آنحضرتؐ کے گھر مدینہ آیا۔ حضرت نعیمؓ ایک مخلص اور خدا کے رسول کے سچے عاشق تھے۔ آپؓ نے آنحضرتؐ سے کہا کہ میں یہودیوں اور مکہ والوں میں ہونے والے

معاہدے کو ختم کروادوں گا اور انہیں معلوم بھی نہ ہوگا اور اس طرح مسلمانوں کو محاصرے سے نجات مل جائے گی۔

دوسرے دن حضرت نعیمؓ یہودی سرداروں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم میں اور مکہ کے قریش سرداروں میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں ہے۔ اہل مکہ تو مدینہ پر حملہ کر کے واپس چلے جائیں گے لیکن تمہیں تو مدینہ میں ہی رہنا ہے۔ پھر تم مسلمانوں سے کس طرح محفوظ رہ سکو گے۔ اس لیے تم قریش کے سرداروں سے کہو کہ وہ جنگ کے خاتمہ تک اپنے کچھ آدمیوں کو تمہارے پاس ضمانت کے طور پر دیں۔

یہودی سردار ابوسفیان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ تو یہاں سے واپس چلے جائیں گے لیکن اس چیز کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے بعد تم ہماری کیسے مدد کرو گے جبکہ ہم مسلمانوں کے درمیان اکیلے ہوں گے اس طرح ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کے درمیان خوب بحث ہوئی اور انہوں نے یہودیوں سے معاہدہ ختم کر لیا۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 681

ابوسفیان کا ردعمل اور طوفانِ بادوباراں:

اب ابوسفیان یہودیوں سے بدظن ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ خوراک کی کمی سے ان کے جانور بھوک سے مر رہے تھے۔ قریشی جنگجو آپس کے اختلافات میں الجھ گئے تھے۔

اسی رات کو شدید طوفانِ بادوباراں آیا تو محاصرین کے خیمے اکھڑ گئے ان کے اونٹ اور گھوڑے بدک کر ادھر اُدھر بکھر گئے۔

پھر ابوسفیان نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ خوراک کی کمی سے ہمارے لوگ فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ ہمارے اونٹ اور گھوڑے چارے کی کمی کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ طوفانِ بادوباراں نے ہمیں شدید نقصان پہنچایا ہے۔ یہودی ہمارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ اس لیے ہمیں محاصرہ ختم کر کے واپس مکہ لوٹنا چاہیے۔ اس طرح قریش جنگ کیے بغیر ہی اپنا بہت سا نقصان کر کے واپس چلے گئے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 682,683,684

آنحضرتؐ کا مکہ حج کے لیے جانا:

ہجرت کے ساتویں سال آپؐ نے فیصلہ کیا کہ مکہ جا کر حج کریں۔ جب قریش کے سرداروں نے مکہ میں آپ کی آمد کی خبر سنی تو وہ بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ مکہ میں داخل ہوں کیونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کرتے تھے۔

لیکن کعبہ کے متولی جو کہ اپنے اصولوں کے پابند تھے کہ کوئی بھی عرب کسی وقت بھی خانہ کعبہ میں آ کر اس کا طواف کر سکتا ہے۔

کچھ قریش سرداروں کا کہنا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ اس لیے آنا پڑا کہ اب مسلمان کمزور ہو گئے ہیں۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ آنا ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جب آنحضرتؐ خانہ کعبہ میں تشریف لائے تو مکہ کی تقریباً تمام آبادی آپؐ کو دیکھنے کے لیے خانہ کعبہ کے دروازے پر آئی۔ آپؐ بہت ہی وقار کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ نے احرام نہیں باندھ رکھا تھا۔ آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور بلند آواز سے تلبیہ پڑی۔ پھر آپؐ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔

آپ تین دن تک مکہ میں رہے۔ تیسرے دن آپ کے پاس قریش کے سردار آئے کہ اب وعدے کے مطابق مکہ میں آپؐ کے قیام کی مدت ختم ہو گئی ہے اور اب آپ واپس چلے جائیں۔ آپؐ نے کہا کہ میں تمام قریش کے سرداروں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن قریش کے سرداروں نے کہا کہ آپ کی دعوت نہیں کھائیں گے۔ اس طرح آپ مکہ سے مدینہ واپس آ گئے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 790-789

ابوسفیان کا مدینہ جانا:

ابوسفیان چاہتا تھا کہ وہ مدینہ جا کر آنحضرتؐ سے ملے اور آئندہ کے لیے کچھ خاص قسم کے فیصلے کیے جائیں کیونکہ ابوسفیان کو تجارت میں بہت خسارہ ہو رہا تھا۔

جب ابوسفیان مدینے پہنچا تو وہ سب سے پہلے اپنی بیٹی کے گھر گیا جو پہلے ہی اسلام قبول کر چکی تھی۔ وہ آنحضرتؐ کی بیوی تھی۔ اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھیں۔

ابوسفیان اپنی بیٹی کے گھر جا کر جیسے ہی چار پائی پر بچھے بستر پر بیٹھنے لگا تو اس نے بستر کو لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا بیٹی تم نے بستر کیوں لپیٹ دیا کیا یہ بستر مجھ سے اچھا ہے؟ تو اس نے کہا یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے جب کہ تم ناپاک اور بت پرست ہو۔ اس لیے تم نبیؐ کے پاک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابوسفیان نے آہ بھری اور کہا بیٹی جب سے تم یہاں آئی ہو تمہارا رویہ اپنے باپ کے متعلق بہت ہی سرد ہو گیا ہے۔

پھر ابوسفیان آنحضرتؐ سے ملنے گیا لیکن آنحضرتؐ نے ابوسفیان سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی بات کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ابوسفیان حضرت عمر فاروقؓ کے پاس گیا اور کہا کہ آپ میرے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔

پھر ابوسفیان حضرت علیؓ کے پاس گیا وہاں آنحضرتؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ موجود تھیں اور ان کا بیٹا حضرت حسنؓ ان کے ساتھ گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔

ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت قریب ہیں آپ ان سے میرے بارے میں بات کریں۔ لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس میں خدا کی مرضی شامل ہوتی ہے اس لیے ہم ان کے فیصلے میں مداخلت نہیں کرتے۔

پھر ابوسفیان مدینہ سے مایوس لوٹے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 806,807,808

ابوسفیان کا مکہ واپس جانا:

جب ابوسفیان مکہ پہنچا تو قریش کے سب سردار اسے پوچھنے لگے کہ کیا خبر لائے ہو تو ابوسفیان نے انہیں بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ

نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔

کچھ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہاری کیوں بات نہ ہوئی تو ابوسفیان نے کہا کہ میں نے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بات کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

جب حج کا موقع قریب آیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ اپنا سامان باندھ لیں تو اسی دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں پر آئے اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کہیں جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ مجھے بھی سفر کی تیاری کرنی چاہیے۔

اس کے چند دنوں بعد آنحضرتؐ نے مسجد نبوی میں اعلان کیا اے مسلمانوں اب وقت آ گیا ہے کہ ہم قریش کے سرداروں کو بتا دیں کہ ہمیں خدا کی جانب سے خوشخبری مل چکی ہے کہ ہم مکہ جا کر کعبہ کو تمام قسم کی نجاست سے پاک کر دیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔808

حضرت حاطبؓ کا خط:

آنحضرتؐ کا ایک صحابی حضرت حاطبؓ تھے۔ انہوں نے خفیہ طور پر قریش کے سرداروں کو خط لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بڑی فوج لے کر مکہ آ رہے ہیں۔ حضرت حاطبؓ نے یہ خط ایک عورت کو دیا اور اس کو بھاری معاوضہ ادا کر کے کہا کہ یہ خط مکہ کے سرداروں کو دے دینا۔

اس عورت نے وہ خط اپنے سر کے بالوں کی مُنڈیوں میں چھپا لیا ایک اونٹ پر سوار ہو کر مکہ کی جانب چلی گئی۔

آنحضرتؐ نے جب اس عورت کی مکہ روانگی کے بارے میں سنا تو آپؐ کو کچھ شک گزرا کہ آخر اس عورت کا مکہ جانے کا کیا مقصد ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ ایک اور صحابیؓ کو بھیجا کہ وہ اس عورت کا پیچھا کر کے اسے پکڑ لائیں۔

حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے مدینہ سے دور جا کر اس عورت کو پکڑ لیا اور اس کے سامان کی تلاشی لی۔ اس سے کچھ بھی نہ ملا۔ تب حضرت علیؓ نے کہا کہ اس عورت کی گردن اڑا دی جائے۔ تو وہ عورت چلا کر کہنے لگی کہ مجھے قتل نہ کریں میں ابھی آپ کو سب کچھ بتا دیتی ہوں۔ اس نے اپنے بالوں سے خط نکال کر انہیں دیا۔

جب یہ خط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ اے قریش کے سردارو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند دنوں میں تم پر ایک بڑی فوج لے کر آنے والے ہیں۔ آپؐ نے حضرت حاطبؓ کو طلب کیا اور پوچھا تم نے یہ حرکت کیوں کی تو حضرت حاطبؓ نے کہا۔ میں خدا پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں کیونکہ میرا ایک بیٹا مکہ میں ہے جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میرے بیٹے کا خاندان بہت ہی غریب ہے تو میں اس طرح قریش کے سرداروں کو خط لکھ کر اپنے بیٹے کے لیے حمایت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تا کہ مسلمان فوج جب مکہ پہنچے تو قریش کے سردار میرے بیٹے کے خاندان کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

حضرت عمرؓ نے چلا کر کہا یہ شخص دھوکے باز ہے۔ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اے حضرت عمرؓ حاطبؓ جنگ بدر میں شامل تھے اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں شامل سب لوگوں کو بخش دیا ہے۔ اس لیے حضرت حاطبؓ کو چھوڑ دیا جائے۔

تاریخ ابن اسحاق۔ 809,810

سفید خچر کے سوار:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار سے زیادہ لوگ تھے۔ آپ مدینہ سے مکہ کے قریب ایک گھاٹی میں خیمہ زن ہو گئے۔ آپ کے ساتھیوں میں مہاجرین، انصار اور عرب کے دیگر قبائل کے لوگ تھے جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے۔

آپ نے دس رمضان کو مدینہ سے اپنا سفر شروع کیا تھا اور ماہ رمضان کے آخر میں مکہ پہنچے تھے۔ جبکہ آپ کی مدینہ سے مکہ آمد کے بارے میں مکہ کے سرداروں کو کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔

لیکن ابوسفیان کو یقین تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ ایک رات ابوسفیان شہر سے باہر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ جگہ جگہ آگ جل رہی ہے اور ہزاروں لوگ اس جگہ پڑاؤ کیے ہوئے ہیں تو ابوسفیان بہت حیران ہوا۔

اسی لمحے حضرت عباسؓ ایک سفید خچر پر سوار پڑاؤ میں جا رہے ہیں۔ یہ خچر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ آپ اس کے ذریعے قریش کے سرداروں کو پیغام بھیج کر مسلمانوں کی فوج کے بارے بتانا چاہتے تھے تا کہ مکہ کے لوگ ان کے سامنے مزاحمت نہ کریں اور مکہ کے لوگوں کا نقصان نہ ہو۔

پھر ابوسفیان کا سامنا حضرت عباسؓ سے ہو گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے تو یہ سن کر ابوسفیان خوفزدہ ہو گیا۔

حضرت عباسؓ نے کہا اگرچہ میں ایک غریب مسلمان ہوں لیکن میرا قبیلہ پھر بھی میرا احترام کرتا ہے۔ جبکہ اصل قریش اے ابوسفیان تیری اس لیے عزت کرتے ہیں کہ تو عقل مند ہے۔

لیکن اب میں نے تجھے پکڑ لیا ہے اور میں تجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر ضرور جاؤں گا۔ اب یہ ان کی مرضی ہے کہ وہ تجھے چھوڑ دیں یا نہیں۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔812,813

ابوسفیان کی آنحضورؐ کے سامنے پیشی:

حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اپنے پیچھے سفید خچر پر سوار کر لیا اور وہ پڑاؤ میں سے گزرے۔ وہ پڑاؤ میں سے جہاں سے بھی گزرے اسے مسلمان پہرے داروں نے روکا، لیکن جب وہ سفید خچر کو دیکھتے تو راستہ چھوڑ دیتے، کیونکہ سفید خچر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

جب وہ حضرت عمرؓ کے خیمے کے نزدیک پہنچے تو حضرت عمرؓ نے انہیں قریب سے دیکھا تو حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو پہچان لیا تو چلا کر کہنے لگے اے دشمن اسلام خدا کا شکر ہے کہ اس نے خود ہی تمہیں یہاں بھیج دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار نکال لی، لیکن حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو

جلدی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے کی جانب دھکیل دیا۔آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ آپ ابوسفیان کو اپنے خیمے میں رکھیں اور صبح اس کو میرے سامنے لائیں۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عباسؓ ابوسفیان کو آنحضرتؐ کے پاس لے کر گئے،تو آپ نے ابوسفیان سے کہا اب تم نے دیکھ لیا کہ ایک خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے؟

ابوسفیان نے کہا، آپ تو ماں باپ سے بھی زیادہ محبت کرنے والے ہیں، آپ کی دیانتداری اور رحم دلی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔اگر ایک خدا کی بجائے کوئی اور خدا ہوتا تو وہ ضرور میری مدد کرتا۔اس طرح ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔

تب حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ سے کہا، حضرت ابوسفیان مکہ میں بہت ہی محترم شخص خیال کیا جاتا ہے۔آپ اس کے متعلق کچھ فرمائیں۔

آپ نے کہا کل جو حضرت ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے پناہ حاصل ہو گی۔جو خانہ کعبہ میں داخل ہوگا اسے بھی پناہ ہوگی۔

تب آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا کل جب ہماری فوج مکہ شہر میں داخل ہو تو تم حضرت ابوسفیان کے ساتھ رہنا تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے ہماری فتح کو دیکھ لے۔

تاریخ ابن اسحاق۔813,812

فتح مکہ:

آنحضرتؐ نے اپنے لوگوں سے کہا کہ صرف ان لوگوں سے جنگ کرنا جو تمہارے سامنے مزاحمت کریں۔جو لوگ مزاحمت نہ کریں ان کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آنا۔

جب آنحضرتؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو انہیں کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا کیونکہ مکہ کے لوگ اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ مزاحمت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔جبکہ مکہ کے زیادہ تر لوگ آپ کی دیانتداری اور حسن سلوک سے پہلے ہی واقف تھے۔

جب آپ اپنی فوج کو خانہ کعبہ کی جانب لے کر چلے تو مکہ کے بے شمار لوگ آپ کو فتح کی مبارک باد دینے خانہ کعبہ کے بڑے دروازے پر جمع ہو گئے۔

جب آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنے اونٹ پر بیٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور ہر چکر میں اپنی چھڑی کے ساتھ حجرِ اسود کو اسلام کرتے، تب آپ نے اثھمن کو بلوایا جو کہ خانہ کعبہ کا کلید بردار تھا۔ آ نے اس سے خانہ کعبہ کی چابی لی اور خانہ کعبہ کا دروازہ کھول کر خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ خانہ کعبہ میں کئی مختلف طرح کے بت تھے۔ آپؐ نے سب سے پہلے لکڑی کی بنی ہوئی فاختہ کو توڑا اور باہر پھینک دیا۔

اب دوپہر کا وقت تھا، آپؐ نے ظہر کی نماز کی امامت فرمائی، اس کے بعد آپ نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ کعبہ کے اندر اور اس کے صحن سے تمام بتوں کو اٹھا کر ایک جگہ جمع کر دیں۔ تب آپؐ نے حکم دیا کہ بتوں کے اس ڈھیر کو آگ لگا دی جائے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 820,817

عرب کے تمام قبائل کا اسلام قبول کرنا:

عرب کے بہت سے قبائل فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن عرب کے بہت سے قبائل دیکھ رہے تھے کہ آنحضرتؐ اور قریش سرداروں کے درمیان کشمکش کا کیا نتیجہ نکلتا ہے جبکہ عرب کے ان قبائلی سرداروں کا پہلے ہی ذہن اسلام قبول کرنے کو آمادہ تھا۔ کیونکہ مکہ کا قبیلہ قریش عرب کے تمام قبائل سے زیادہ طاقتور تھا۔ کیونکہ اہل قریش حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھے۔ اس لیے سب عرب اس کا احترام کرتے تھے۔

جب آنحضرتؐ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کو فتح کر لیا تو پھر ان کا مقام تمام سرداروں سے اعلیٰ ہو گیا۔ اس لیے آپؐ کے مخالفین بھی اس قابل نہ رہے کہ وہ آپؐ کی مخالفت کر سکتے۔ پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پورے عرب میں پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ جب عرب کے سب قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو ہر قبیلے نے اپنے قبیلے کے ایک فرد کو آپؐ کے پاس مکہ بھیجا تا کہ وہ قبائل آپ کے ساتھ اتحاد اور یکجہتی کو قائم کر سکے۔

جب مختلف قبائل کے لوگ آپؐ کے پاس فتح مکہ کی مبارکباد دینے آئے تو آپؐ نے ان کو خانہ کعبہ میں خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا صرف وہی خدا تعریف وتوصیف کے لائق ہے جس نے اس زمین اور آسمان کو تخلیق کیا۔ اور وہی ہے جس نے اپنے رسولوں کو اس دنیا میں بھیجا۔ اسی طرح اللہ

تعالیٰ نے بھی مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا اور اللہ نے مجھے اپنی کتاب دی جو تمام نوعِ انسانیت کے لیے رہنمائی ہے۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 821

آپؐ کا مرنے والوں کے لیے دعا کرنا:

فتح مکہ کے دو سال بعد یہ دس ہجری تھی جب آپؐ پر خدا کی جانب سے بیماری آئی۔ ایک رات آپؐ اپنے بستر سے اٹھے اور قبرستان گئے اور قبرستان میں جا کر مرنے والوں کے لیے دعا فرمائی۔ آپؐ کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب کا بیٹا حضرت عبداللہ بھی تھے۔ جب آپؐ قبرستان پہنچے تو آپؐ نے کہا اے قبروں والو تم پر خدا کی سلامتی ہو تم ان لوگوں سے زیادہ خوش ہو جو کہ زندہ ہیں کیونکہ تمہیں دنیاوی جھگڑوں اور مسائل سے کوئی پریشانی نہیں ہے تم اپنے سکون میں ہو۔

پھر آپؐ حضرت عبداللہ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں لمبی زندگی بھی گزار سکتا ہوں اور تمام دنیا کے خزانوں کی دولت کو استعمال کرنے کے بعد وصال کر سکتا ہوں لیکن مجھے یہ بھی اختیار دیا ہے کہ میں فوراً جنت میں چلا جاؤں۔

پھر حضرت عبداللہ نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ کو چاہیے کہ آپؐ لمبی زندگی بسر کریں لیکن آپؐ نے کہا کہ میں تو پہلے ہی فیصلہ کر چکا ہوں کہ بس میں اب اپنے خدا کے پاس چلا جاؤں گا۔ تب آپؐ نے پھر قبرستان کے مردوں کے لیے دعا کی اور حضرت عبداللہ کے ساتھ واپس گھر لوٹ گئے۔

آپؐ پر بیماری نے غلبہ پالیا۔ آپؐ کی زوجہ محترمہ امہات المومنینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ میں اب خدا کے پاس جانے والا ہوں۔ پھر آپؐ مسکرائے اور اسی حالت میں آپؐ کا پورا دن گزر گیا اور آپؐ کی بیماری بڑھتی گئی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 1000

آپؐ کے آخری الفاظ:

آپؐ کی خواہش تھی کہ آپؐ اپنے صحابہؓ کو پھر تبلیغ کریں لیکن آپؐ کی حالت ایسی نہ تھی۔

سا مختلف کنوؤں سے پانی کی مشکیں لائی گئیں اور آپؐ کے سر پر انڈیلی گئیں۔ اور اس طرح آپؐ کے سر اور جسم کی دردیں ختم ہوگئیں۔ پھر آپؐ کے سر کے گرد ایک کپڑا لپیٹ دیا گیا اور حضرت عمرؓ آپؐ کو سہارا دے کر مسجد نبویؐ کے ممبر تک لے گئے۔

پھر آپؐ نے جنگ اُحد کے شہداء کے لیے دعا کی۔ آپؐ نے جنگ اُحد کے ایک ایک شہید کا نام لے کر دعا فرمائی۔ پھر آپؐ نے کہا کہ اگر چہ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں زمین پر لمبی زندگی بسر کروں یا فوراً جنت میں پہنچ جاؤں اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں فوراً آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جاؤں گا۔ میں نے خدا کے پیغام کو ہر جگہ پہنچا دیا ہے۔ اب میں تم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مقرر کرتا ہوں۔ اب یہ آپ کے تمام معاملات حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نمٹایا کریں گے۔

تب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ کام نہ سونپیں۔ کیونکہ آپ اس کام کے لیے بہت کمزور ہیں۔ جب خدا کے کلام کو تلاوت کیا جاتا ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگتے ہیں۔ لیکن آپؐ نے دوبارہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایسے ہے جیسے اندھیرے میں چمکتا ہوا چراغ اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو برقرار رکھیں گے اور کتاب مقدس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کو اپنی سعی اور کوشش سے ہر جگہ پہنچائیں گے۔

اس آخری خطبہ کے بعد آپؐ کی بیماری مزید بڑھ گئی۔ آپؐ اپنے حجرہ میں لیٹے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپؐ کو بازوؤں کا سہارا دیا ہوا تھا۔ اور آپ کے آخری الفاظ تھے کہ میں اب اس دنیا کو چھوڑ کر اگلی دنیا میں جا رہا ہوں اور آپؐ کی روح پرواز کرگئی۔

تاریخ ابنِ اسحاق۔ 1006,1008,1010

القرآن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیئس (23) سال تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ آپؐ پر جو کچھ نازل ہوتا۔ آپؐ اس کو لکھوا دیتے۔ قرآن کے ان لکھنے والوں کو کاتبانِ وحی کہتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں جن کو متن کی لمبائی کے حساب سے ترتیب دیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کو ماہِ رمضان میں روزانہ کی تلاوت سے ختم کرنا بھی اجرِ عظیم ہے۔ قرآن کریم کے تیس پارے ہیں۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید مستند قدیم عربی زبان میں ہے۔ اور یہ عربی زبان کا شاہکار ہے۔ اس میں الفاظ کی طاقت اس قدر ہے کہ سننے والے پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن کا پیغام آفاقی ہے۔ مسلمان قرآن مجید سے تمام معاملات زندگی میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں کچھ جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے بالواسطہ خطاب کیا ہے اور کچھ جگہوں پر صیغہ واحد غائب کے حوالے سے خطاب کیا گیا ہے۔ لیکن کچھ جگہوں پر صیغہ واحد حاضر کے حوالے سے انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ قران کا موضوع انسان ہے۔

قرآن کی روحانی طاقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس میں احکام، عائلی قوانین، معاملات اور اخلاقیات، تاریخی واقعات اور انسان سے متعلقہ تمام معاملات کو بیان کیا گیا ہے۔

اسلامی شریعت کا سب سے بڑا ذریعہ قرآنِ مجید ہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ وہ بہت ہی مہربان اور رحمت والا ہے۔ وہ روزِ جزا کا مالک ہے۔ ہم بھی تجھ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد کے طلب گار ہیں۔

اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا، ہمیں اس راستے پر نہ چلا جن پر غضب ہوا اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔

القرآن۔ سورۃ 1، آیات 1 تا 7

عقیدہ رکھنے والے اور دھوکہ دینے والے:

اس کتاب میں کوئی شک نہیں، یہ متقیوں کو راستہ دکھانے والی ہے۔ جو لوگ غائب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ یوم آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری مزید بڑھا دی۔ اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

خبردار یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بیوقوف لائے ہیں۔

خبردار ہو جاؤ، یقیناً یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔

القرآن۔سورۃ2، آیات 2تا5، 8تا14

اہلِ عرب

جس طرح ہم نے تم میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جس سے تم لاعلم تھے۔

اس لیے تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکرگزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔

اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعے مدد چاہو! بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔

اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے۔دشمن کے ڈر، بھوک پیاس سے اور مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔

جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

صفاء اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں اس لیے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرنے والے ان کا طواف کریں۔

اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدردان ہے اور انہیں خوب جاننے والا ہے۔جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، باوجودیکہ ہم نے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

القرآن۔سورۃ2، آیات 151تا158

حقیقی رحمت:

تم سب کا ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بہت رحم کرنے والا مہربان ہے۔

آسمان اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کو پیدا کرنے والا، کشتیوں کو سمندر میں چلانے والا، جبکہ یہ کشتیاں سامان تجارت لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور لوگ ان کے منافع سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

وہ آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ اس کا اس زمین پر ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں ان میں عقل مندوں کے لیے قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ ساری اچھائی مشرق اور مغرب کی طرف رخ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔ جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ پابندی سے ادا کرے۔ جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے، تنگدسی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

القرآن۔ سورۃ 2، آیات 177,164,163

قصاص لینا اور معاف کرنا:

اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو قتل ہو جائیں ان کا قصاص لو یعنی آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت، لیکن اگر کسی کو اس کے مسلمان بھائی کی جانب سے معاف کر دیا جائے تو اسے بھلائی کی پیروی کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے۔

تمہارے رب کی طرف سے یہ آسانی ایک رحمت ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی سرکشی کرے تو اسے دردناک عذاب ہوگا۔

اے عقل مندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے کیونکہ اس طرح تم کسی کا ناحق قتل کرنے سے باز رہو گے۔

القرآن۔سورۃ 2، آیات 178 تا 179

رمضان کے روزے فرض کیے گئے:

اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم متقی اور پرہیز گار ہو جاؤ۔

روزوں کے دن تو صرف گنتی کے ہیں لیکن تم میں سے جو شخص سفر میں ہو یا بیمار ہو تو وہ ان روزوں کی گنتی کو پورا کرے۔ اور جو لوگ روزہ نہ رکھ سکیں وہ فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلائیں کیونکہ جو لوگ نیکی کرنے میں سبقت کرتے ہیں وہ چیز ان کے لیے بہتر ہے۔

اگر تم اس بات کا علم رکھتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے۔

ماہ رمضان میں ہی قرآن مجید کو نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کو ہدایات کرنے والی کتاب ہے اور جس میں ہدایات کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

تم میں سے جن لوگوں کی زندگی میں ماہ رمضان آئے اسے چاہیے کہ وہ رمضان کے روزے رکھے لیکن جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ تم اپنے روزوں کی گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات پر اس کی بزرگی بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں اس لیے میں ہر کسی کے بہت قریب ہوں اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

القرآن۔سورۃ 2، آیات 183 تا 186

حج:

حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔ ہاں اگر تم روک لیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو اور اپنے سر نہ منڈھواؤ کہ جب تک قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔

البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اسے چاہیے کہ وہ فدیہ دے خواہ روزے رکھ لے۔ خواہ صدقہ دے، خواہ قربانی کرے۔

پس جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے۔

پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے اور جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی پر تو اس طرح پورے دس روزے ہو جائیں گے۔ یہ حکم ان کے لیے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔

اے لوگو اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

حج کے مہینے مقرر ہیں اس لیے جو شخص ان میں حج لازم کرے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے۔ تم جو نیکی کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو۔ سب سے بہتر تو اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔

اے عقل والو اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ مجھ سے ڈرتے رہو۔

القرآن۔ سورۃ 2، آیات 197,196

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا:

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بہت زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذا دیتے ہیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے اور نہ وہ اداس ہوں گے۔

نرم بات کہنا اور معاف کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے، جس کے بعد ایذا رسانی ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بُردبار ہے۔

اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر۔ اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے۔ ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا دے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

جو لوگ اپنا مال رات دن کھلا خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور انہیں کوئی خوف یا غم نہیں ہے۔

القرآن۔ سورۃ2، آیات 261 تا274,265

قرض پر سود لینا:

سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے، جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔ یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا، اس کے لیے وہ گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس جہنم میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

بے شک جو لوگ ایمان کے ساتھ نیک کام کرتے ہیں، نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ

ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ ان پر نہ تو کوئی خوف ہے نہ ہی اداسی ہے اور نہ ہی غم ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔ اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔

اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں اس بات کا علم ہو۔

القرآن۔ سورۃ 2، آیات 275 تا 280

یتیموں کا مال نہ کھاؤ:

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔

بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور پاک اور حلال کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو۔ اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دو، جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزراں کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہاں، انہیں اس مال سے کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔

اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو اور ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کرو۔ مال داروں کو چاہیے کہ ان کے مال سے بچتے رہیں۔

ہاں مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور پر سے کھالے، پھر جب انہیں ان کے مال سپونپو تو گواہ بنالو، دراصل حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

القرآن۔سورۃ4، آیات1 تا2، 4 تا6

صلح اور فیاضی:

اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی اَن بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک عورت کے گھر والوں سے مقرر کریں۔ اگر یہ دونوں صلح کروانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرادے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا پوری خبر والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو۔ اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔

جو لوگ خود بخیلی کرتے ہیں اور دوسرے کو بھی بخیلی کرنے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنا مال انہیں دے رکھا ہے اسے چھپا لیتے ہیں ہم نے ان کافروں کے لیے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے۔

اور جو لوگ اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس کا ہم نشین اور ساتھی شیطان ہو وہ بدترین ساتھی ہے۔

بھلا ان کا کیا نقصان تھا اگر یہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے، اللہ تعالیٰ انہیں خوب جاننے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دگنی کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔

القرآن۔سورۃ4، آیات35 تا40

سچی گواہی دینا:

جو شخص اس دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو اے لوگو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

اے ایمان والو۔ عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔ گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خلاف ہو۔ وہ شخص اگر امیر ہو یا غریب ہو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے۔ اس لیے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم نے جھوٹ بیان کیا یا اس سے بچنے کی کوشش کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا اور جانتا ہے۔

اگر تم کسی نیکی کو اعلانیہ کر دو یا پوشیدہ یا کسی برائی سے درگزر کرو، پس یقیناً اللہ تعالیٰ پوری معافی کرنے والا اور پوری قدرت والا ہے۔

پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے اعمال کیے، ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔ اور جن لوگوں نے ننگ و عار اور سرکشی اور انکار کیا انہیں المناک عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حمایتی اور امداد کرنے والا نہ پائیں گے۔

القرآن۔ سورۃ 4، آیات 134 تا 173,149,148,135

جاندار، پرندے، پودے اور لوگ:

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں جو کہ اپنے دونوں پروں سے اڑتے ہیں۔ ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جائیں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے، گونگے ہو رہے ہیں۔

اللہ جس کو چاہے بے راہ کر دے اور وہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو اٹھاتا ہے تاکہ معیاد معین تمام کر دی جائے۔ پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے۔ پھر تم کو بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے۔ اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتے۔

پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے۔ خوب سن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے گا۔

القرآن۔ سورۃ 6، آیات 39,38 59 تا 62

فیکون:

اور جب آپ دیکھیں کہ جو لوگ ہماری آیات کے ساتھ عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔

اور جو لوگ پرہیز گار ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا اور ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی تقویٰ اختیار کریں۔

اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتے ہیں تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب سے نہ پکڑا جائے۔ کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔

ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے ان کے لیے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لیے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب۔

آپ کہہ دیجیے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا ہم الٹے پھر جائیں اس کے بعد کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے۔ جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی بھی ہوں کہ وہ اس کو ٹھیک راستہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ۔ آپ کہہ دیجیے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے۔ اور ہم کو یہ حکم ہوا کہ ہم پروردگار عالم کے پورے مطیع ہو جائیں۔

اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع ہو جاؤ گے اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا، تو ہو جا بس وہ ہو جائے گا۔ اس کا کہنا حق اور با اثر ہے۔

اور ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی جب صور پھونکا جائے گا۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔

القرآن۔ سورۃ 6، آیات 68 تا 71,70 تا 73

اللہ کے خوبصورت صفاتی نام:

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں، اس لیے ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔

اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اس کے موافق انصاف بھی کرتی ہے۔

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج (گرفت) میں لیے جا رہے ہیں اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہیں۔

اور ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے اس بات

پر غور نہ کیا کہ ان کے ساتھی کو ذرا بھی جنون نہیں، وہ صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔
کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو۔ پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے؟
جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

القرآن۔ سورۃ 7، آیات 180 تا 186

اللہ کی وحی:

وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس تم مجھ سے ڈرو۔
اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ اس سے بَری ہے جو شرک کرتے ہیں۔
اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔ اسی نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔
اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے، جب تم ان جانوروں کو چروانے لے جاؤ یا چروا کر واپس لاؤ تب بھی رونق ہے۔
یہ جانور تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں، جہاں تم بغیر جان مارے پہنچ ہی نہیں سکتے۔ یقیناً تمہارا رب ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔
گھوڑوں کو، خچروں کو، گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری کرو اور وہ باعثِ زینت بھی ہیں اور وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں۔
اللہ سیدھی راہیں بتا دیتا ہے اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا۔

وہی تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی برساتا ہے۔ جسے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اُگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو کھلاتے ہو۔
اُسی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے، بے شک ان لوگوں کے لیے تو اس میں بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

القرآن۔ سورۃ 16، آیات 2 تا 11

شہد کی مکھی:

اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو گناہ گاروں کو ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دیتا ہے۔ جب ان کا وہ وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک لمحہ نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔
اور وہ اپنے لیے جو ناپسند رکھتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹی باتیں بیان کرتی ہیں اور یہی ان کی خوبی ہے اس لیے ان کے لیے آگ ہے اور ایسے لوگ دوزخیوں میں سے ہیں۔
اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو اس کو سنیں۔
تمہارے لیے تو چوپائیوں میں بھی بڑی عبرت ہے۔ کیونکہ ہم تمہیں ان کے پیٹ سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں۔
کھجور اور انگور کے درختوں سے تم مشراب بنا لیتے ہو اور عمدہ روزی بھی۔ ان درختوں سے حاصل کر لیتے ہو۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔
آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی، اونچی اوٹوں میں اپنے چھتے بناؤ اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں پر چلتی پھرتی رہو۔ ان مکھیوں کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے اور اس مشروب میں لوگوں کے لیے شفاء ہے جبکہ غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بھی بہت بڑی نشانی ہے۔

القرآن۔ سورۃ 16، آیات 61,62,65,69

غلام اور باوقار شخص:

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ایک غلام ہے جو کہ کسی کی ملکیت ہے اور وہ کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا۔اور ایک شخص وہ ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جسے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے کہ یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہر تعریف ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو شخص تھے ان میں ایک گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی جائے وہ کوئی بھلائی نہیں کرتا کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں؟

آسمانوں اور زمین کا غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور قیامت کا امر تو ہے ہی ایسا جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹوں سے نکالتا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔اللہ ہی نے تمہارے لیے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لیے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لیے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں۔وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم اس کے فرماں بردار بن جاؤ۔

القرآن۔سورۃ16،آیات 78,77,76,75 تا 81

عہد مت توڑو:

اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو مت توڑو۔حالانکہ تم

اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ ان کو بخوبی جان رہا ہے۔

تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا ہو۔

تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث نہ بناؤ کہ دوسرا گروہ اس سے بھی بڑھ جائے۔ کیونکہ اللہ تمہیں آزما رہا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کر دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ تم اپنی قسموں کو دغابازی کا بہانہ نہ بناؤ پھر تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنا پڑے گی۔

کیونکہ تم نے اللہ کی راہ سے روک دیا اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا۔ تم اللہ کے عہد کو تھوڑے مول کے عوض نہ بیچ دیا کرو۔ یاد رکھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو۔

القرآن۔ سورۃ 16، آیات 90 تا 95

کتابِ مبین کی ہدایت:

ہم نے دن اور رات کو اپنی قدرت کی نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو تو ہم نے بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے۔ تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لیے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان فرما دیا۔

ہم نے ہر انسان کی برائی، بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے۔ اور قیامت کے روز ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گا۔ تا کہ وہ خود ہی اپنی کتاب پڑھ لے۔ آج تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے۔

جو راہِ راست کو اپنا لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لیے راستہ پا لیتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے۔ کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا۔ یہ ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب دینے لگیں۔

اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور وہ ایمان والا بھی ہو۔ پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدردانی کی جائے گی۔

ایسے لوگوں کے لیے تیرے رب نے کسی نعمت کو نہیں روک رکھا۔ دیکھ لے ہم نے ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔

القرآن۔ سورۃ 16، آیات 12 تا 15، 18 تا 21

شرک مت کرو اور ماں باپ کی خدمت کرو:

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخر تو بُرے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے۔ تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا، اور عاجزی کا اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

رشتے داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو۔ اسراف بیجا خرچ کرنے سے بچو۔ بلا وجہ خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت ہی ناشکرا ہے۔

اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو تجھے اپنی جستجو کی امید جاری رکھنا چاہیے۔
یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

القرآن۔ سورۃ 17، آیات 22 تا 30

احکام خدا:

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا، کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ ہے۔
کسی کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی

صورت میں مارڈالا جائے ہم نے اس کے وارثوں کو طاقت دے رکھی ہے۔ پس اسے چاہیے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے، بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔

یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ سوائے اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے۔

اور وعدہ پورا کیا کرو۔ کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو، اس کے پیچھے مت پڑو کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔

ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے۔ راندہ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

القرآن۔ سورۃ 17، آیات 32 تا 39

حجاب:

اللہ پاک، بالاتر اور بہت بلند ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے وہ بہت بڑا حلیم اور بخشنے والا ہے۔

تو جب قرآن پڑھتا ہے ہم تیری اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر ہم پردہ ڈال دیتے ہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور جب تو صرف خدا ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ اس سے روح گردانی کرتے ہیں۔ اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اسے سنتے وقت ان کی نیتوں سے ہم خوب آگاہ ہیں تب بھی کہ یہ ظالم کہتے ہیں تم جس کی تابع داری میں لگے ہوئے ہو ان لوگوں نے تم پر جادو کر دیا ہے وہ لوگ ایسی مثالیں بیان کرتے

پھرتے ہیں اور بہک رہے ہیں اب تو راستہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔

القرآن۔سورۃ 17۔آیات 43 تا 48

قیامت کے دن اٹھایا جانا:

وہ کہنے لگے کہ جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر کیا ہمیں دوبارہ اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا۔

جواب دے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی چیز جو بہت ہی سخت معلوم ہو اور یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے تو جواب دو کہ وہی خدا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔

جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے اور تب تمہیں معلوم ہوگا کہ تم اس دنیا پر بہت تھوڑا رہو گے۔

القرآن۔سورۃ 17۔آیات 49 تا 52

روح خدا کا حکم:

اعلان کر دو کہ حق آ چکا اور ناحق نابود ہو گیا یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے، ہاں ظالموں کو اس سے نقصان کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ انسان پر جب بھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔

یہ لوگ تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے۔

اگر ہم چاہیں تو جو وحی تیری طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں۔ پھر تجھے اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی .... بھی میسر نہ آ سکے یہ تو صرف تیرے رب کا رحم و کرم ہے۔ یقیناً تجھ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔

القرآن۔سورۃ 17۔آیات 81 تا 87

قیامت کی نشانیاں:

ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر۔ جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ اس سے زمین کی روئیدگی ملتی ہے۔ پھر آخر کار وہ چورا ہو جاتی ہے جسے ہوا اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مال و اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے ہاں باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور آئندہ کی اچھی توقع کے لیے بہت ہی عمدہ ہیں۔

جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔

القرآن۔ سورۃ 18۔ آیات 45 تا 46

تخلیق انسان:

اے لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔

یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی پوری جوانی تک پہنچو تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کی عمر دراز کر دی جاتی ہے تا کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائیں۔ تو دیکھتا ہے کہ زمین بنجر اور خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق نباتات اُگ آتی ہے۔

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اور یہ کہ قیامت بالکل آنے والی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو زندہ فرمائے گا۔

القرآن۔ سورۃ 22۔ آیات 5 تا 7

ہر قوم کے لیے عبادت کا طریقہ اور قربانی:

اور ہر قوم کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر کیے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔ سمجھ لو کہ تم سب کا معبود حق صرف ایک ہی ہے۔ تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ انہیں کہ جب اللہ کا ذکر آ جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں، انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اس میں سے بھی دیتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا نہ ان قربانیوں کا خون پہنچتا ہے اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جسے وہ بجالاتے ہیں۔ پس انہیں اس امر میں آپ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔ آپ اپنے پروردگار کی طرف سے لوگوں کو بلائیے۔ یقیناً آپ ٹھیک ہدایت پر ہی ہیں۔

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے الجھنے لگیں تو آپ کہہ دیں کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے۔

بے شک تمہارے سب کے اختلاف کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کرے گا۔

القرآن۔ سورۃ 22۔ آیات 34،35،37،38،67 تا 69

جو لوگ جنت میں جائیں گے:

یقیناً ایمانداروں نے نجات حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں، یہی وہ وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے،

جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو لوگ اپنے پاس سے دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

القرآن۔سورۃ 23۔آیات 1 تا 11، 57 تا 61

پردے کا حکم:

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک ان سے اجازت نہ لے لو اور اس گھر کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو، یہی تمہارے لیے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ یہی بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے مرد نوکروں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی

باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔

القرآن۔سورۃ24۔آیات27 تا31

اللہ تعالیٰ کے حقیقی خادم:

رحمان کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلامتی ہے۔

اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں اور جو خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے سے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کرنے سے منع فرمایا ہو۔نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔جو ایسا کام کرے وہ اپنے اوپر سخت عذاب لائے۔

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

اور جب انہیں خدا کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے نہیں بن جاتے۔

اور یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا۔

اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔

القرآن۔سورۃ25۔آیات72,68,67,64,63 تا76

انسانوں اور جانوروں کو روزی دینے والا:

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت وسیع ہے اس لیے تم میری ہی عبادت کرو۔ہر

جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان باغوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور بہت سے جانور ہیں، جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے۔ ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔ وہ بڑا ہی سننے، جاننے والا ہے۔

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پھر کدھر الٹے جا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ روزی دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کس نے کیا آخر یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں ہر تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ سزاوار ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ کاش یہ جانتے ہوتے۔

القرآن۔ سورۃ 29۔ آیات 56 تا 64

دولت مندوں کا رویہ:

ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہی دینے والا بھیجا وہاں کے سرکشوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کافر ہیں۔ کہنے لگے ہم مال اور اولاد والے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم عذاب کیے جائیں۔

کہہ دے کہ میرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تمہارے حال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس مرتبوں سے قریب کر دیں، ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لیے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر بالا خانوں میں براج رہے ہوں گے۔

جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلہ کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں، یہی ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔

کہہ دے کہ جو بدلہ میں تجھ سے مانگوں وہ تمہیں ہی دیا، میرا بدلہ تو اللہ کے ذمہ ہے۔ وہ ہر چیز پر حاضر اور مطلع ہے کہہ دے کہ اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ ہی پر ہے۔ اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو یہ سبب اس وحی کے جو میرے پروردگار نے مجھے کی ہے، وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت ہی قریب ہے۔

القرآن۔ سورۃ 34۔ آیات 34 تا 38، 47 تا 50

صور پھونکا جانا اور جنت کے لوگ:

صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔ کہیں گے ہائے ہائے ہمیں ہمارے خوابوں سے کس نے اٹھا دیا۔ یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا، یہ نہیں ہے مگر ایک تند آواز کہ یکا یک سارے کے سارے جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔

پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، تمہیں صرف ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا مگر صرف ان ہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے۔

جنتی لوگ آج کے دن اپنے مشغلوں میں خوش ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں۔

مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔

اے گناہ گارو آج تم الگ ہو جاؤ۔ اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے قول نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا سیدھی راہ یہی ہے۔ شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ یہی دوزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لیے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔

نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح

قرآن ہے تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کردے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

القرآن۔سورۃ 36۔آیات 51 تا 70,69,64

شاندار نگہبان:

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کررہے ہو سب جانتا ہے۔

ایمان والوں اور نیکوکار لوگوں کی سنتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے بڑھا کر دیتا ہے اور کفار کے لیے سخت عذاب ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کردیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کردیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔

اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔وہی ہے کارساز اور قابل حمد وثناء۔

اس کی نشانیاں آسمان اور زمین کی تخلیق ہے اور ان میں جانداروں کا پیدا کرنا ہے۔تمہیں جو مصائب جھیلنا پڑتے ہیں وہ تمہارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہے۔وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اگر تم ہمیں زمین پر عاجز کرنے والے نہیں ہو تمہارا سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار ہے۔

القرآن۔سورۃ 42۔آیات 25 تا 31

انتقام اور معاف کردینا:

اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم

کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔
اور جو شخص صبر کرلے اور معاف کردے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ایک بڑا کام ہے۔
اور جسے اللہ تعالیٰ بہکادے اس کا اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذاب کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے۔
القرآن۔سورۃ 42۔آیات 40 تا 44

اللہ کے لیے جہاد کرنا:

جب کافروں سے تمہاری جنگ ہو تو ان کی گردنوں پر مارو۔ جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو۔ پھر تم خواہ انہیں احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑو۔ اس وقت تک کہ لڑائی بند ہو جائے۔ یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا۔ لیکن وہ تمہارا امتحان دوسرے طریقے سے لیتا ہے۔
جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے۔
اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاک کیا گیا اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے۔ پس اللہ بھی ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔
کیا ان لوگوں نے زمین پر چل کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا نتیجہ ہوا؟ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لیے اسی طرح کی سزائیں ہیں۔
وہ اس لیے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لیے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو لوگ کافر ہوئے وہ مثل چوپائیوں کے کھا رہے

ہیں ان کا اصل ٹھکانہ جہنم ہے۔

القرآن۔سورۃ 47۔آیات 4 تا 12

احترام رسالت:

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ کے حضور نیچی رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لیے جانچ لیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔

جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ یہاں تک صبر کرتے کہ آپ خود سے نکل کر ان کے پاس آجاتے تو یہی ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اے مسلمانو اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

القرآن۔سورۃ 49۔آیات 1 تا 9,6

غیبت مت کرو:

اے مسلمانوں یاد رکھو تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں میں صلح کروا دیا

کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو بُرے لقب دو۔ ایمان کے بعد فسق بُرا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔

اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور تم میں سے نہ کوئی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

القرآن۔ سورۃ 49۔ آیات 10 تا 12

یوم قیامت:

جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے، اس دن یوم قیامت کو جھٹلانے والوں کی پوری خرابی ہے۔

جو لوگ اپنی بیہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں، اس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔ یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔ اب بتاؤ کیا جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں۔

جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لیے برابر ہے تمہیں فقط تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔

یقیناً پرہیزگار لوگ جنتوں میں اور نعمتوں میں ہیں۔ جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں، اس پر خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بھی بچا لیا ہے۔

تم مزے سے کھاتے پیتے رہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

القرآن۔ سورۃ 52۔ آیات 9 تا 19

نبیؐ وحی الٰہی کے سوا کچھ نہیں کہتا:

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ وہ ٹیڑھے راستے پر ہے اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتا ہے یہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا۔

پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت کے بارے میں جھگڑے گا؟ یہ نبی ڈرانے والے ہیں جیسے پہلے ڈرانے والے تھے۔ آنے والی گھڑی قریب آ گئی۔ اللہ کے سوا اس کا دکھانے والا اور کوئی نہیں۔ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟ بلکہ تم کھیل رہے ہو۔ اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

القرآن۔ سورۃ 53۔ آیات 1 تا 3، 33 تا 62

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟:

رحمٰن نے قرآن سکھایا، اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ آفتاب اور چاند مقررہ مدار میں ہیں۔ ستارے اور درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی، تا کہ تم تولنے میں تجاوز نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔ اور اسی نے مخلوق کے لیے زمین بچھا دی۔ جس میں میوے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں اور بھس والا اناج ہے۔ اور خوشبودار پھول ہیں۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اس نے انسان کو کھنکھنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ رب ہے دونوں مشرقوں کا اور دونوں مغربوں کا، تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اس نے دو دریا جاری کر دیئے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ ان دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اور اللہ ہی کی ملکیت ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح بلند چل رہے ہیں پس تم

خدا کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

القرآن۔سورۃ55۔آیات 1 تا 25

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

جو لوگ خود بخیل ہوتے ہیں وہ دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں۔

سنو جو بھی منہ پھیرے اور اللہ کے سوا کسی کو تسلیم کرے تو پھر اللہ بے نیاز ہے اور صرف وہی حمد و ثناء کے لائق ہے۔ یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا۔ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل فرمایا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔

ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت اور قوت ہے اور لوگوں کے لیے اس میں اور بھی فائدے ہیں بے شک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔

بے شک ہم نے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی تو ان میں سے کچھ تو ہدایات یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر بہت نافرمان رہے۔

ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو لگاتار بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی۔ اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا۔ لیکن انہوں نے رہبانیت کو از خود ایجاد کر لیا تھا ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا۔ سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔

یہ اس لیے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل سے کسی حصے پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے دے اور اللہ ہے ہی بڑے فضل والا۔

القرآن۔سورۃ52۔آیات 23 تا 29,27

ایمان والوں اور مشرکوں کے درمیان تعلق:

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو۔

دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ لیکن اگر وہ تمہیں ایمان دار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔ یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں اور جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کرو۔ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اور کافر عورتوں کی ناموس اسے قبضہ میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو تمہارے درمیان کر رہا ہے اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والا ہے۔

اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے پھر تمہیں اس کے بدلے کا وقت مل جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے اخراجات کے برابر ادا کر دو اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کیا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جس پر غضب نازل ہو چکا ہے۔ جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ مردہ اہل قبر سے کافر ناامید ہیں۔

القرآن۔ سورۃ 60۔ آیات 10 تا 13

نمازِ جمعہ:

اے لوگو! جو ایمان لائے۔ جمعہ کے نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

القرآن۔ سورۃ 62، آیات 9 تا 10

طلاق اور عدت:

اے نبی اپنی امت سے کہو کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت کے دنوں کے آغاز میں انہیں طلاق دو اور مدت کا حساب رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ نہ تم ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں اور ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔ جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی چیز پیدا کردے۔

پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے مطابق اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کردو۔ اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو اور اللہ کی رضامندی کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔ یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔

القرآن۔ سورۃ 65۔ آیات 2,1

روزِ قیامت:

ثابت ہونے والی کیا ہے؟ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟ جب صور پھونکی جائے گی، زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے اس دن ہو پڑنے والی قیامت ہوگی۔ آسمان پھٹ جائے گا اور دن بالکل بودہ ہو جائے گا اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم سب سامنے پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہیں رہے گا۔

اس لیے جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھو۔

لیکن جن کے بائیں ہاتھ میں اعمال کی کتاب دی جائے گی تو وہ کہے گا کہ کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی اور میں جانتا ہوں کہ حساب کیا ہے؟ کاش کہ موت میرا کام تمام کردیتی

کیونکہ میرے مال نے بھی میرا کچھ فائدہ نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔
حکم ہوگا اسے پکڑلو پھر اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔

یقیناً قرآنِ مجید پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے اس لیے تو اپنے رب کی پاکی بیان کر۔

القرآن۔ سورۃ 69۔ آیات 1,3,25 تا 46,29

نمازِ تہجد:

اے کپڑے میں لپٹنے والے، رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم آدمی رات یا اس سے بھی کچھ کم کرے۔

اور اس قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھا کرو۔ یقیناً ہم تجھ پر بہت بھاری بات عنقریب اب نازل کریں گے۔

بے شک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے اور بات کو بہت درست کر دینے والا ہے۔ یقیناً تجھے دن میں بہت کام رہتا ہے تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور صرف اس کی جانب متوجہ ہو جا، مشرق و مغرب کا پروردگار جس کا کوئی معبود نہیں تو اس کو اپنا کارساز بنا لے۔

القرآن۔ سورۃ 73۔ آیات 1 تا 9

زندگی کا امتحان:

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے اور پھر جب سمندر بھڑکائے جائیں گے اور جب جانیں جسموں سے ملا دی جائیں گی۔ اور جب زندہ گاڑھی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی۔ جب جہنم میں آگ بڑھکائی جائے گی اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی تو اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ہوگا۔

میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلنے پھرنے والے، چھپنے والے ستاروں کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب چمکنے لگے یقیناً یہ ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔ جس کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے، امین ہے اور یہ غیب کی باتوں کو بتانے میں کنجوسی نہیں کرتا اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔ یہ قرآن تمام جہان والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے۔

بالخصوص ان کے لیے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہتے ہیں۔

القرآن۔ سورۃ 81۔ آیات 1 تا 29

آثارِ قیامت:

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہہ نکلیں گے اور جب قبریں شق کر کے اکھاڑ دی جائیں گی اس وقت ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے اعمال کو معلوم کرے گا۔

اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس نے بہکایا۔ یقیناً نیک لوگ جنت کے عیش و آرام اور نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے اور قیامت والے دن جہنم میں جائیں گے۔ اور وہ کبھی اس سے غائب نہ ہوں گے۔

تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ میں پھر کہتا ہوں تجھے کیا معلوم کہ جزا اور سزا کا دن کیا ہے اس دن کوئی کسی کا مختار نہ ہوگا۔ تمام تر احکامات اللہ کے ہی ہوں گے۔

القرآن۔ سورۃ 82۔ آیات 1 تا 19

انسان کی آزمائش:

انسان کو جب آزمایا جاتا ہے۔ اللہ جب اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا۔ لیکن جب خدا اس کو آزماتا ہے اور اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہے۔

ہرگز ایسا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے اور مسکینوں کو

کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے اور مُردوں کی میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو یقیناً جس وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی، تیرا رب خود آ جائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر آ جائیں گے۔

اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی اس دن انسان کو سمجھ آئے گی، مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں ہے؟ تو وہ کہے گا کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا۔ پس آج اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا نہ اس کی قید جیسی کسی کی قید ہوگی۔ اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا۔

القرآن۔ سورۃ 89۔ آیات 15 تا 30

سیدھے راستہ کی نشاندہی:

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔ قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔ قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے۔ قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔ قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی۔ قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی۔ قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔ پھر سمجھی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے جس نے دیا اللہ کی راہ میں اور اپنے رب سے ڈرا اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا۔ تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔ لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔ اور اس کا مال اسے گرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔ بے شک راہ دکھا دینا ہمارے ذمہ ہے اور ہمارے ہی ہاتھ آخرت اور دنیا ہے۔

القرآن۔ سورۃ 91۔ آیات 1 تا 10۔ سورۃ 92۔ آیات 6 تا 13

اللہ تعالیٰ کا نبی پاکؐ کو فرمانا:

قسم ہے رات کی جب چھا جائے نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ تجھ سے بیزار ہو گیا ہے۔ یقیناً میرے لیے انجام آغاز سے بہتر ہے۔ تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی ہو جائے گا۔

کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایات نہیں دی؟ اور تجھے نادار سے تونگر نہیں بنایا؟ پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر اور نہ کسی سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا اور تجھ پر سے تیرا بوجھ نہیں اتار دیا جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی۔ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے پروردگار کی طرف ہی دل لگا۔

القرآن۔ سورۃ 93۔ آیات 2 تا 11۔ سورۃ 94۔ آیات 1 تا 8

تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا:

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ہرگز نہیں پھر تمہیں جلد علم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو تو بے شک تم جہنم دیکھ لو گے اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے اور پھر اس دن تم سے ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا، غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال صدا اس کے پاس ہی رہے گا۔

ہرگز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی۔

وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی جو دلوں پر چڑھی چلی جائے گی۔ ہر طرف سے بند کی گئی ہوگی۔

کیا تو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

ان نمازیوں کے لیے افسوس ویل نامی جہنم ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی معمولی چیز نہیں دیتے۔

القرآن۔ سورۃ102۔ آیات 1 تا 8۔ سورۃ۔104۔ آیات 1 تا 9

سورۃ107۔ آیات 1 تا 7

اللہ کی وحدانیت:

آپ کہہ دیجئے اے کافرو جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کرتا۔ جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے اور لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ۔ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ۔ بے شک وہ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

القرآن۔ سورۃ109۔ آیات 1 تا 6۔ سورۃ110۔ آیات 1 تا 3

سورۃ112۔ آیات 1 تا 4

اسلامی تصوّف

تصوّف کا مادہ صوفی سے ہے اور صوفی کی اصطلاح ان لوگوں کے لیے استعمال کی جاتی تھی جو مسلمان درویش اون سے بنے موٹے کھردرے کپڑے پہنتے تھے۔

ہر صوفی سلسلے کی ایک جماعت ہے اور ہر صوفی جماعت کا ایک مرشد ہے۔ یہ مرشد اپنی جماعت کے مریدوں کو اپنے اپنے طریق سے عبادات اور اخلاقیات کا درس دیتے ہیں۔

ایک حضرت فریدالدین عطار نامی مورخ نے ان صوفی سلسلوں کے صوفیوں کے حالات کو کتاب کی شکل میں لکھا ہے۔ ان صوفیوں میں رابعہ بصریؒ نامی ایک خاتون بھی شامل ہے۔ جو کہ متوفی 801 عیسوی بتائی جاتی ہے۔

اس صوفیہ خاتون نے اس قدر روحانی ترقی حاصل کر لی تھی کہ اس کے زمانے کے کئی صوفی بھی ایسی روحانی منزل کو نہ پہنچ سکے تھے۔

صوفی سلسلے کے پہلے مرشد جنید بغدادیؒ ہیں متوفی 910 عیسوی ہیں۔

انہوں نے پیر طریقت کی اصطلاح کو متعارف کروایا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اپنے مریدوں کو روحانی طریق کے ساتھ ساتھ سماجی نظم و ضبط کا بھی پابند بنایا تا کہ ان کا سیاسی احکام سے ٹکراؤ نہ ہو۔

لیکن تصوّف کے دیگر صوفی سلسلوں میں ان کے طریق کو زیادہ پسند نہیں کیا جاتا۔

حلاجؒ متوفی 922 عیسوی جو کہ ایک باغی صوفی کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ آخر کار وہ اپنی باغیانہ روش کی وجہ سے مصلوب کیے گئے کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ وہی حق سچ ہیں۔

عطار نے ان دونوں حلاجؒ اور جنیدؒ کو اپنی کتاب میں بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔

قشاریؒ متوفی 1074 عیسوی جو کہ شمال مشرقی ایران کے رہنے والے تھے انہوں نے تصوّف

کی نفسیات پر بہت خوبصورت لکھا۔انہوں نے اپنے مقالات میں زور دیا کہ تمام صوفیاء کو ایک ہی مرشد کے ماتحت ہونا چاہیے۔

الغزالیؒ متوفی 1111ء جو کہ نوجوانی میں ہی اپنے علم وفضل کی بدولت نیشاپور یونیورسٹی کے وائس چانسلر بن گئے۔انہوں نے اپنے فلسفہ تصوّف کی بدولت بغداد میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔انہوں نے اپنی تمام زندگی فلسفہ تصوّف کے حوالے سے گزاری اور کوئی دولت وغیرہ اکٹھی نہ کی۔انہوں نے اپنی روحانی آپ بیتی لکھی جس میں انہوں نے اپنے دانشورانہ نظریات کو بیان کیا۔

اکبر ابن عربیؒ متوفی 1240 عیسوی سپین میں پیدا ہوئے۔وہ بچپن ہی سے فلسفے سے شغف رکھتے تھے۔اور اس کے بعد وہ تصوّف کی جانب مائل ہو گئے انہوں نے شمالی افریقہ میں اپنے تصوّفانہ افکار کا پرچار کیا۔وہ مختصر سے الفاظ میں لوگوں کو بہت اچھے طریقے سے فلسفہ تصوّف سمجھا دیتے تھے۔پھر وہ بغداد پہنچے اور انہوں نے تصوّف کے حوالے سے خوب شہرت پائی۔

مولانا رومیؒ متوفی 1293 عیسوی بھی اپنے فلسفہ تصوّف کے حوالے سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ان کا خاندان افغانستان میں تھا لیکن جب مغلوں نے افغانستان پر یلغار کی تو ان کا خاندان ترکی ہجرت کر گیا۔وہاں وہ ترکی کی ایک ریاست قونیہ میں بس گئے۔حضرت مولانا رومیؒ کی حکایات روحانی بصیرت سے بھرپور ہیں۔

تصوّف کے حوالے سے سعدی شیرازیؒ متوفی 1294 عیسوی اپنی حکایات اور شاعری کے حوالے سے جو کہ روحانی بصیرت پر مشتمل ہیں،اور ان کی کتاب ''گلستان'' شہرتِ دوام حاصل کر چکی ہے۔انہوں نے شیراز سے نکل کر پورے ایران کی سیاحت کی اس کے علاوہ ہندوستان شرقِ اوسط اور افریقہ تک کا سفر کیا۔ایک سفر کے دوران جبکہ صلیبی جنگیں ہو رہی تھیں تو انہیں قیدی بھی بنا لیا گیا تھا۔سعدیؒ کے حکایات کے اسی طریق کو اپناتے ہوئے حضرت نظام الدین اولیاءؒ متوفی 1325ء نے ہندوستان میں اسی طریق سے تصوّف کو متعارف کروایا۔

ایک خاتون خدا کے راستے پر:

حضرت رابعہؒ نامی خاتون جو پردہ کرتی تھیں، وہ ایک خاص قسم کا پردہ تھا اور وہ اسے خلوص کے پردے کا نام دیتی تھیں۔ وہ ہر وقت خدا کی محبت میں سرشار رہتی تھیں۔ وہ اپنی محبت کی شدت سے خدا کی ذات میں ضم ہو جانا چاہتی تھیں۔ خدا کی محبت میں وہ اس قدر سرشار تھیں کہ انہیں کسی بات کا ہوش نہ تھا۔

وہ اللہ کی ولیہ تھیں اور ان کا درجہ کسی ولی سے کم نہ ہے۔ کیونکہ ان پر خدا تعالیٰ کی خاص عنایت تھی ان کا کہنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری ظاہری حالت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت رابعہؒ کا کہنا تھا کہ ان کی عبادت اور محبت خدا کے لیے ہے جو دلوں کے بھید اور نیتوں کو بہتر جانتا ہے۔ اس لیے خاتون ہوتے ہوئے وہ کسی ولی سے کم درجہ نہیں رکھتی تھیں۔ کیونکہ صرف عورت ہونے کی بنا پر ان کا درجہ کسی سے کم نہیں کیا جا سکتا۔

عطار۔ رابعہ 1

بطور غلام:

حضرت رابعہؒ جب ابھی نوجوان ہی تھیں تو ان کے ماں باپ انتقال کر گئے۔ اس وقت بصرہ میں شدید قحط پڑ گیا، اس قحط کی افراتفری میں حضرت رابعہؒ اپنے خاندان سے بچھڑ گئیں، انہیں ایک بدقماش شخص نے پکڑ لیا اس بدبخت شخص نے آپ کو چند سکوں کے عوض بطور غلام بنا کر بیچ دیا۔

آپ کا آقا بہت ظالم شخص تھا، وہ آپ سے بہت زیادہ سخت کام لیتا۔

ایک دن جب وہ گلی میں کھڑی تھیں تو حضرت رابعہؒ نے فیصلہ کیا کہ انہیں بھاگ جانا چاہیے۔ اس طرح وہ وہاں سے بھاگ نکلیں لیکن اس کے آقا نے ان کو راستے میں ہی پکڑ لیا۔ لیکن حضرت رابعہؒ نے جب اس سے اپنے ہاتھ چھڑائے تو وہ منہ کے بل زمین پر گریں۔ جس سے آپ کا چہرہ خاک میں لتھڑ گیا تو حضرت رابعہؒ چلا کر کہنے لگیں کہ اے خدا میں اس دنیا میں اجنبی ہوں میرا کوئی خاندان نہیں ہے۔ میں غلام ہوں میرے ہاتھ توڑ دیئے گئے ہیں۔

اے خدا تعالیٰ کیا تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو کاش مجھے معلوم ہوتا کہ آپ مجھ سے کس طرح راضی ہو سکتے ہیں۔ پھر حضرت بی بی رابعہ نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے میری بندی غم نہ کر تم کل ایک خاص مقام حاصل کر لو گی، تمارا مقام اس قدر بلند ہو گا کہ فرشتے تجھ پر رشک کریں گے۔

عطار۔رابعہ 4

غلامی سے نجات:

بی بی رابعہؒ جب اپنے آقا کے گھر لوٹ کر آ گئی تو وہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ایک رات اس کا آقا اچانک نیند سے جاگ گیا۔اس نے دیکھا کہ بی بی رابعہؒ عبادت میں مصروف ہیں اور کہہ رہی ہیں اے خدائے بزرگ و برتر تم جانتے ہو کہ میں تمہارے احکامات کی پابندی کس طرح کرتی ہوں تو نے اپنا نور میرے ذہن میں بھرنے کی بجائے مجھے اس ظالم شخص کے ہاتھوں میں دے دیا۔

پھر اس کے آقا نے دیکھا کہ رابعہ کے سر پر ایک روشنی ہے تب یہ روشنی پورے گھر میں پھیل گئی۔ اس کا آقا خوف سے کانپنے لگا۔وہ اٹھا اور اس نے اپنے آپ سے کہا کہ اس کو غلام نہیں رکھا جا سکتا۔

صبح ہوئی تو اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا۔اس کے آقا نے کہا اگر آپ یہاں میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو میں آپ کی خدمت کروں گا۔اگر آپ جانا چاہو تو آپ کی مرضی ہے۔بی بی رابعہؒ نے کہا میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔پھر وہ وہاں سے صحرا کی جانب چلی گئیں اور ایک کھنڈر میں رہنے لگیں پھر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت کرنے لگیں۔

عطار۔رابعہ 5

جنگلی جانوروں کا آپ کو پسند کرنا:

ایک رات حضرت رابعہؒ عبادت کرتے ہوئے اپنے مصلے پر ہی سو گئیں۔رات کو ایک چور ان کے کمرے میں داخل ہوا، چور نے آپ کی چٹائی اٹھا لی، جیسے ہی اس نے چٹائی اٹھائی اس کی آنکھوں کی بصارت ختم ہو گئی اور اس کو باہر جانے کا راستہ بھی دکھائی نہ دیا۔جب اس نے چٹائی واپس رکھ دی تو اس کی نظر بھی لوٹ آئی۔اس نے پھر چٹائی اٹھا لی لیکن وہ پھر اندھا ہو گیا۔اس نے

جیسے ہی چٹائی واپس رکھی اس چور کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ چور نے ایسے ہی سات بار کیا، لیکن وہ اندھا ہو جانے کی وجہ سے چٹائی کو چرا نہ سکا۔ تو پھر چور کو ایک آواز سنائی دی کہ اے بدبخت اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈال۔ تو صرف چور ہے اس نیک اور پاکیزہ خاتون سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔ شیطان کی بھی جرأت نہیں ہے کہ وہ آپ کے نزدیک پھٹک سکے۔

اے بدبخت چور یاد رکھنا جب ہمارے ولی سوتے ہیں تو ہم ان کی حفاظت کے لیے جاگتے ہیں۔

اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد حضرت بی بی رابعہؒ ایک نزدیکی پہاڑ پر گئیں، جنگلی بکریاں اور جنگل کے ہرن آپ کے اردگرد اکٹھے ہوگئے اور آپ کے سامنے مؤدب کھڑے ہوگئے۔

اسی دوران وہاں حضرت حسن بصریؒ بھی آ گئے، جب حضرت حسن بصریؒ وہاں پہنچے تو تمام جانور وہاں سے ڈر کر بھاگ گئے۔

اس سے حضرت حسن بصریؒ بہت پریشان ہوئے انہوں نے حضرت بی بی رابعہؒ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ جانور آپ کے قریب تو مؤدب کھڑے تھے جبکہ میرے آنے سے وہ بھاگ گئے۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے پوچھا تم نے آج کیا کھایا ہے؟ حضرت حسن بصریؒ نے کہا کہ میں نے آج بکری کا بھنا ہوا گوشت کھایا ہے۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے کہ جو شخص جانوروں کا گوشت کھاتا ہے وہ ان ہی جانوروں کے کیسے قریب رہ سکتا ہے۔

عطار۔ رابعہ 15,13

حقیقی روحانیت:

حضرت بی بی رابعہؒ حضرت حسن بصریؒ کی کٹیا کے قریب سے گزری، اس نے دیکھا کہ حضرت حسن بصریؒ چھت پر بیٹھے رو رہے ہیں، حضرت رابعہؒ پر کچھ پانی کے چھینٹے گرے انہوں نے سمجھا کہ بارش ہو رہی ہے لیکن پھر پتہ چلا کہ یہ حضرت حسن بصریؒ کے آنسو ہیں۔ حضرت بی بی رابعہؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے کہا کہ اگر یہ آنسو تمہاری حسرت کے ہیں تو تم ان آنسوؤں کے سمندر میں ڈوب جاؤ گے۔

حضرت حسن بصریؒ یہ بات سن کر کچھ پریشان ہوگئے لیکن کوئی بات نہ کی۔ اسی دن شام کے

وقت حضرت حسن بصریؒ نے حضرت بی بی رابعہؒ کو دریائے فرات کے کنارے دیکھا تو اپنا نماز پڑھنے اور عبادت کرنے والا مصلیٰ دریا میں پھینک دیا اور کہا حضرت رابعہؒ آؤ ہم دونوں پانی پر بیٹھ کر عبادت کریں۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا حضرت حسن بصریؒ تمہیں اپنی روحانی طاقت سرعام نہیں دکھانا چاہیے۔ اگر تم اپنی روحانیت کو اس طرح ظاہر نہ کرو گے تو یہ کئی گنا بڑھ جائے گی۔ تب حضرت بی بی رابعہؒ نے اپنا مصلیٰ ہوا میں پھینک دیا اور کہا حضرت حسن بصریؒ آؤ ہم دونوں ہوا میں تیرتے ہوئے مصلے پر عبادت کریں۔ لیکن حضرت حسن بصریؒ میں ہوا میں تیرنے کی طاقت نہ تھی، اس لیے حضرت حسن بصریؒ خاموش رہا۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے اس کو تسلی دینے کے لیے کہا تم نے جو کچھ کرنے کا کہا ہے وہ تو ایک مچھلی بھی کر سکتی ہے۔ اور جو کچھ میں نے کیا ہے ایسا تو ایک پتنگا بھی کر سکتا ہے، لیکن ہماری روحانی طاقت ان دونوں کاموں سے کہیں زیادہ ہے۔

عطار۔ رابعہ 17,16

عبادت میں خدا کو دیکھنا:

کچھ لوگوں نے حضرت بی بی رابعہؒ سے پوچھا کیا تم خدا کو حاضر ناظر جان کر عبادت کرتی ہو؟ حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا ہاں میں ایسا ہی کرتی ہوں، پھر انہوں نے پوچھا کیا تم شیطان سے نفرت کرتی ہو؟ تو حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا میں تو شیطان پر ترس کھاتی ہوں، اس لیے میں اس سے نفرت نہیں کرتی۔ پھر لوگوں نے حضرت بی بی رابعہؒ سے محبت کے بارے میں پوچھا تو بی بی رابعہ نے کہا کہ محبت تو پانی کی طرح نیچے کی جانب کو بہتی ہے۔ پانی کے بارے میں اٹھارہ ہزار الفاظ ہیں لیکن ان الفاظ کو پانی کی طرح پیا نہیں جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود ہم سچائی کو محبت کہہ سکتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے حضرت بی بی رابعہؒ سے پوچھا کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہو اس کو دیکھا بھی ہے؟ تو حضرت بی بی رابعہؒ نے جواب دیا کہ میں جس کی عبادت کرتی ہوں اگر اسے دیکھ نہ لوں تو عبادت نہیں کر سکتی۔

عطار۔ رابعہ 27.26

کمبل:

حضرت بی بی رابعہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے ہے۔ حضرت بی بی رابعہؒ نے پوچھا کہ تم نے سر پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ اس شخص نے کہا میرے سر میں درد ہے۔ تو حضرت بی بی رابعہؒ نے پوچھا! تمہاری عمر کتنی ہے؟ اس شخص نے کہا میری عمر تیس سال ہے۔ حضرت بی بی رابعہؒ نے پوچھا تم ان تیس سالوں میں زیادہ تر بیمار رہے ہو یا تندرست؟ اس شخص نے کہا میں صحت مند رہا ہوں۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا تم نے ان تیس سالوں میں اپنے سر پر پٹی نہیں باندھی، اب تمہارے سر میں درد ہے اس لیے تم نے اپنے سر میں پٹی باندھی ہے تا کہ تم اپنے سر درد کی شکایت کو ظاہر کر سکو۔ ورنہ سر درد کی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت بی بی رابعہؒ نے کسی سے کہا کہ تم میرے لیے ایک کمبل خرید لاؤ اور جس سے کمبل خریدو اس کو چار درہم دینا۔

اس شخص نے پوچھا آپ سیاہ کمبل لو گی یا سفید کمبل لو گی؟ حضرت بی بی رابعہؒ نے اس شخص سے درہم واپس لے لیے اور ان کو دریا میں پھینک دیا اور کہا میں ایسا کمبل خریدوں گی جو میری پہچان بنے۔

عطار۔ رابعہ 35,34

عبادت کرنے کی وجوہات:

مذہبی لوگوں کا ایک گروہ حضرت بی بی رابعہؒ کے پاس آیا اور ان میں سے ایک نے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کرتی ہو؟

تو حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا جہنم کے سات درجے ہیں اور میں ان سے بہت زیادہ خوف کھاتی ہوں، میں جہنم میں جانے سے ڈرتی ہوں۔ پھر حضرت بی بی رابعہؒ نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا جنت کے سات درجے ہین جو کہ بہت ہی پُر لطف ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میں جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں رہوں۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی خوف یا سزا سے بچنے کے لیے یا کسی جنت کے انعام کے لیے کرنا بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا پھر آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں

کرتی ہو؟ کیا آپ خوف سے نجات کی امید نہیں رکھتی؟ تو حضرت بی بی رابعہؒ نے ایک حکایت بیان کی، کیا گھر کے قریب رہنے والے پڑوسی زیادہ بہتر ہونے چاہیے یا گھر زیادہ بہتر ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عبادت کرو اور صرف اسی کی عبادت کرو اس لیے کسی جنت کو پانے یا جہنم سے بچنے کے لیے عبادت نہیں کرنا چاہیے۔ اگر جنت اور جہنم موجود ہی نہ ہوتے تو کیا پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت غیر ضروری ہو جاتی؟

اس لیے عبادت بغیر کسی خوف یا لالچ کے کرنا چاہیے۔

عطار۔ رابعہ 40

مردوں اور عورتوں میں امتیاز:

ایک مذہبی عالم حضرت بی بی رابعہؒ کے پاس آیا، اس نے دیکھا کہ بی بی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ اس مذہبی عالم نے کہا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو آپ کو عمدہ کپڑے لے کر دے سکتے ہیں۔ بس آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔

حضرت بی بی رابعہؒ نے کہا اس دنیا میں ہمیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرض ملی ہوئی ہے۔ اس لیے میں شرم محسوس کرتی ہوں کہ قرض کی چیز کو پھر قرض لوں۔ وہ عالم وہاں سے چلا گیا اور اس نے جا کر دوسرے لوگوں سے کہا کہ میں حیران ہوں کہ وہ ایک عورت ہو کر روحانیت کے اس درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ وہ مادی معاملات پر بھی کوئی وقت صرف نہیں کرتی۔

مذہبی لوگوں کا ایک اور گروہ حضرت بی بی رابعہؒ کو آزمانے آیا۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے روحانی تحفہ صرف مردوں کو عطا کیا ہے عورتوں کو نہیں۔ اللہ نے شرافت کا تاج صرف مردوں کے سر پر رکھا ہے اور فیاضی کا پٹکا صرف مردوں کی کمر کے گرد باندھا ہے۔ اور میراث کا تحفہ صرف مردوں کو دیا ہے اور کسی عورت کو نہیں دیا۔ اب بتاؤ آپ اس کے بارے میں کیا کہتی ہو؟

حضرت بی بی رابعہؒ نے جواب دیا۔ تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو مجھے اس سے بالکل اختلاف نہیں ہے۔ لیکن عورتیں تکبر میں بھی مردوں سے کم ہیں، انانیت اور مغروری میں بھی مردوں سے کم ہیں اور عورتیں دوسروں کی خوشیاں پائمال کرنے میں بھی مردوں سے کم ہیں۔

عطار۔ رابعہ 42,41

حضرت جنیدؒ اور دینار:

حضرت جنیدؒ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار تھے۔ وہ بہت ہی متقی، فہیم اور ہر معاملہ کو بہت جلد سمجھ لیتے تھے۔ ان کے ایک چچا تھے ان کا نام ''حضرت ساریؒ'' تھا اور وہ ایک صوفی تھے۔

ایک دن حضرت جنیدؒ جب مدرسے سے واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے والد رو رہے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے پوچھا ابا جان آپ کیوں رو رہے ہیں؟ ان کے والد نے کہا کہ میں کوشش کر رہا ہوں کہ میں نے تمہارے چچا حضرت ساریؒ کے جو پانچ سونے کے دینار دینے ہیں، وہ دینار انہوں نے لینے سے انکار کر دیا ہے۔ اب میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ان دیناروں کو کیسے سنبھالوں۔

حضرت جنیدؒ نے کہا یہ دینار مجھے دے دیجئے اور یہ میں انہیں دے دوں گا۔ ان کے والد نے دینار حضرت جنیدؒ کو دے دیئے حضرت جنیدؒ یہ دینار لے کر اپنے چچا حضرت ساریؒ کے گھر گئے۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے چچا سے جا کر کہا یہ دینار لے لیجئے ہم انہیں نہیں سنبھال سکتے۔ آپ کے چچا حضرت ساریؒ نے کہا جنیدؒ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ خدا کے نام پر ان کو رکھ لو، جس خدا نے تمہارے باپ اور میرے باپ کو عزت بخشی ہے۔

حضرت جنیدؒ نے کہا خدا نے تو آپ کو غربت بخشی ہے جبکہ میرے باپ کو خدا نے دولت بخشی ہے۔ اب یہ آپ کی اپنی مرضی ہے کہ ان دیناروں کو قبول کر دیا نہ کرو۔ لیکن میرے والد صاحب کا کہنا ہے کہ یہ اپنی دولت میں ان لوگوں کو بھی حصہ دار بنانا چاہیے جو کہ حقدار ہوں۔

حضرت ساریؒ کو حضرت جنیدؒ کا جواب بہت پسند آیا اور کہا کہ یہ سکے لینے سے پہلے میں آپ کو اپنے لیے لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ سے کہا کہ وہ ان کے گھر ان کے ساتھ ہی رہا کریں۔ اور اس شرط پر ان کے چچا نے وہ دینار لے لیے۔

عطار۔ جنید

شکر ادا کرنا:

جب حضرت جنیدؒ کی عمر سات سال ہوئی تو ان کے چچا حضرت ساریؒ ان کو مکہ حج کرنے

کے لیے گئے۔ بڑی مسجد میں کچھ مذہبی علماء ''شکرانے'' کے موضوع پر بحث کر رہے تھے۔ ہر مذہبی عالم اپنے اپنے انداز سے تجزیہ کر رہے تھے۔

تب حضرت ساریؒ نے حضرت جنیدؒ سے کہا تمہیں بھی شکرانے کے حوالے سے اپنا نظریہ پیش کرنا چاہیے۔

حضرت جنیدؒ نے کہا شکرانے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ نعمتوں کا استعمال نہیں ہے۔ لیکن شکرانے کا مطلب اس کے احکام کی باقاعدہ سے پابندی کرنا ہے۔ تب تمام مذہبی رہنماؤں نے حضرت جنیدؒ کی گفتگو سن کر حضرت ساریؒ کو مبارک باد دی کہ آپ کے لڑکے نے بہت اچھی گفتگو کی ہے۔ پھر آپ کے چچا نے کہا کہ یہ خدا کی مہربانی ہے کہ آپ کا خاص تحفہ آپ کے لیے آپ کی زبان ہے۔

ان الفاظ کے سنتے ہی حضرت جنیدؒ رونے لگے۔ حضرت ساریؒ نے پوچھا جنیدؒ یہ خاص تحفہ وہ الفاظ ہیں جو آپ کی زبان سے سنتا ہوں۔

پھر حضرت جنیدؒ اپنے گھر بغداد لوٹ آئے۔ حضرت جنیدؒ نے بغداد میں دوکان کرنا شروع کر دی۔ حضرت جنیدؒ جب شام کو دوکان بند کر کے جاتے تو پھر کئی کئی پہر عبادت کرتے رہتے آخر دوکان چھوڑ دی اور زیادہ وقت عبادت کرنے میں گزارنے لگے۔

عطار۔ جنید

تصوّف اور اس کی تبلیغ:

حضرت جنیدؒ چالیس سال تک تصوّف کو سیکھتے رہے، چالیس سال کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ وہ تصوّف کے اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے ہیں۔ تب آپ نے ایک آواز سنی جو آسمانوں سے آ رہی تھی۔ کہ میں آپ کو اب امتحان میں ڈال کر تمہیں تکلیف میں مبتلا کروں گا۔ تب حضرت جنیدؒ نے چلا کر کہا اے خدا میں نے آخر کیا گناہ کیا ہے؟ اس آواز نے کہا کیا تم نے بہت بڑا گناہ نہیں کیا؟ حضرت جنیدؒ نے سسکی لیتے ہوئے کہا کیا میری نیکیاں میرے گناہ بن گئے ہیں؟

کیا میری عبادت کا یہی صلہ ہے؟ کہ میں خدا کی ذات میں ضم ہونے کی بجائے تعزیر کیا جاؤں۔ اس دن کے بعد حضرت جنیدؒ کی گفتگو میں بہت ہی زیادہ فصاحت اور بلاغت آ گئی اور وہ

روحانی معاملات کواس روانی سے بیان کرتے کہ ان میں کوئی ابہام نہ ہوتا۔

ان کے چچا حضرت ساریؒ نے کہا اے جنیدؒ اب آپ عام لوگوں میں تبلیغ کرو لیکن حضرت جنیدؒ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے۔اس لیے انہوں نے کہا کہ جب تک مرشد زندہ ہوتو اس کے مرید تبلیغ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

ایک رات حضرت جنیدؒ نے نبی پاکؐ کو خواب میں دیکھا۔تو آپ نے حضرت جنیدؒ کو حکم دیا کہ کل سے تم تصوّف کی تبلیغ شروع کردو۔جب حضرت جنیدؒ اپنے چچا حضرت ساریؒ سے ملنے گئے تو اس نے کہا کہ اب تو آپ کو تبلیغ کرنا ہی ہوگی کیونکہ اب تبلیغ کا حکم آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دیا ہے۔

تو حضرت جنیدؒ نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کردیا ہے لیکن اے چچا جان آپ کو کیسے معلوم کہ آنحضرتؐ نے مجھے تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ان کے چچا حضرت ساریؒ نے کہا کیونکہ ان سب باتوں کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کردیا ہے۔

عطار۔جنید

مبلغ اور مصلح:

حضرت جنیدؒ نے جب تبلیغ شروع کی تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ایک وقت میں چالیس سے زیادہ لوگوں سے گفتگو نہیں کرسکتے۔لیکن حضرت جنیدؒ کی تبلیغ کی مخالفت کچھ ملا بھی کرنے لگے تھے۔اس لیے حضرت جنیدؒ نے تبلیغ کرنا بند کردی اور اپنی کٹیا میں چلے آئے۔بہت سے لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ درس دیں۔لیکن آپ نے کہا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ نے پھر درس دینا شروع کردیا۔تو لوگوں نے پوچھا اب آپ نے درس کیوں شروع کیا ہے؟ تو آپ نے کہا میں نے آنحضرتؐ کی ایک حدیث سنی ہے کہ تبلیغ کرنے والا لوگوں کا مصلح ہوتا ہے۔اس لیے جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے میں نے پھر درس دینا شروع کردیا ہے۔

عطار۔جنید

مزید دولت کی خواہش:

حضرت جنیدؒ نے اپنا درس ختم کیا تو ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آج کل سچے عقیدے کے لوگ بہت کم ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا کہ اگر تم ایسے لوگوں کی تلاش میں ہو جو تمہارا بوجھ اٹھا سکیں تو ایسے لوگ تو تمہیں نہیں ملیں گے، ہاں اگر تم دوسرے لوگوں کا بوجھ اٹھانا چاہتے ہو تو ایسے لوگ تمہیں بہت زیادہ مل جائیں گے۔

حضرت جنیدؒ جب خدا اور بندے کے درمیان تعلق پر گفتگو کرتے تو وہ اس کے لیے بہت سی اصطلاحات استعمال کرتے۔ لیکن زیادہ تر لوگ ان اصطلاحات کو نہ سمجھ پاتے۔ ایک دن ایک شخص نے چلا کر کہا کیا آپ سادہ الفاظ استعمال کر رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے پوشیدہ ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں گفتگو نہیں کر سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر دیکھ سکتے ہیں تو اس کے بارے میں گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔

ایک شخص نے آپ کو چاندی کے پانچ ہزار سکے تحفتہً دیئے۔ تو حضرت جنیدؒ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی کچھ دولت ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں میرے پاس کچھ دولت اور بھی ہے۔ حضرت جنیدؒ نے پوچھا کیا تمہیں مزید دولت کی تمنا ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں ہے۔
تب حضرت جنیدؒ نے کہا کہ تم مزید دولت چاہتے ہو اس لیے یہ پانچ ہزار چاندی کے سکے بھی اپنے پاس ہی رکھو۔ کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میں اپنے پاس کچھ رکھنا بھی نہیں چاہتا۔
عطار۔ جنید

حضرت جنیدؒ اور اس کے شاگرد:

حضرت جنیدؒ کے بیس شاگرد تھے۔ وہ ان میں سے ایک شاگرد سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، اس وجہ سے دوسرے انیس شاگرد اس شاگرد سے حسد کرتے تھے۔
حضرت جنیدؒ نے جب یہ بات محسوس کی تو انہوں نے ان انیس شاگردوں سے کہا کہ میرا یہ پیارا شاگرد دوسرے شاگردوں سے زیادہ قابل اعتماد اور روحانی بصیرت کا حامل ہے، میں یہ بات ثابت کروں گا۔

پھر حضرت جنیدؒ نے بیس پرندے منگوائے اور اپنے سب شاگردوں کو ایک ایک پرندہ دے کر کہا کہ اس کو اس جگہ جا کر ذبح کرو جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، تب میرے پاس واپس آنا۔
سب شاگرد ایک ایک پرندہ لے کر دور جگہ پر جا کر اپنا اپنا پرندہ ذبح کر لائے لیکن حضرت جنیدؒ کا چہیتا شاگرد پرندے کو ذبح کیے بغیر زندہ ہی حضرت جنید کے پاس لے آیا۔
حضرت جنیدؒ نے پوچھا۔ تم پرندے کو زندہ ہی میرے پاس لے آئے ہو۔ جبکہ میں نے کہا تھا کہ پرندے کو ذبح کر کے میرے پاس لانا۔ تو اس شاگرد نے کہا آپ نے کہا تھا پرندے کو اس جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ جب میں پرندہ ذبح کرنے لگا تو میں نے محسوس کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس لیے میں نے پرندے کو ذبح نہ کیا۔
تب حضرت جنیدؒ نے اپنے دوسرے انیس شاگردوں سے کہا اب تم نے دیکھ لیا کہ میرا یہ شاگرد کتنی گہری بصیرت رکھتا ہے۔ پھر سب شاگردوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے حسد کی معافی مانگی اور اس بصیرت افروز ساتھی کی عزت کرنے لگے۔

عطار۔ جنید

حضرت جنیدؒ کا انتقال:

جب حضرت جنیدؒ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جب میری روح میرے جسم سے پرواز کرے تو میرے ساتھی شوربے سے لطف اندوز ہوں۔
تب حضرت جنیدؒ اپنے بستر سے اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ کے شاگردوں نے کہا آپ تو تمام زندگی اللہ کی عبادت کرتے رہے ہیں، اس لیے اب آپ کو عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔
لیکن حضرت جنیدؒ نے کہا جس قدر عبادت کی مجھے آج ضرورت ہے کبھی نہ تھی۔ آپ نے قران کی تلاوت کرنا شروع کر دی۔ آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ آپ قرآن کی تلاوت کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نے کہاں کیونکہ اب میری زندگی کا سفر ختم ہونے کو ہے۔ آپ نے کہا بس موت کا ایک جھونکا آئے گا اور میری روح کے لیے راستہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جو کہ عظیم منصف

ہے وہ میری روح کو سکون میں لے جائے گا۔

جب آپ نے پورا قرآن مجید ختم کر لیا تو آپ نے پکار کر کہا اے خدا تعالیٰ تو اپنا رحم کرنا اور ان الفاظ کے ساتھ ہی آپ کی روح پرواز کر گئی۔

عطار۔ جنید

اللہ تعالیٰ کی رضا:

اللہ تعالیٰ کی عبادت کی حتمی شکل کیا ہونا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی حتمی شکل اپنی ذات کو ختم کر لینا ہے۔ یعنی اپنی ذات کی نفی کر لینا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ اپنی ذات کی نفی کیسے کرنا ہے۔ اس کے احکام کی پابندی اور فرائض کی ادائیگی کرنے سے ہم اپنی ذات کی نفی کر سکتے ہیں۔

اگر ہم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بہ احسن خوبی ادا کریں تو وہ ہمارے لیے ان فرائض کی ادائیگی کو آسان کر دے گا ہمیں اپنی ذات پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سب لوگ اس کی ذات میں ضم ہو جائیں اور اس کی آواز بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سب لوگ اس کے فرماں بردار بن کر اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اس کے بعد اپنے اولیاء کو جو کہ اپنی ذاتی کوشش سے نیک بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنی ذاتی خواہشات کو ختم کر کے دوسروں کی مدد کرے۔ اس طرح وہ شخص روحانی ترقی کی اعلیٰ منزل پر پہنچ جائے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے سب کاموں کو آسان کر دے گا۔

جنید۔ توحید، ص10

حضرت حلاجؒ کی سیاحت:

حضرت حلاجؒ تستر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام منصور تھا، وہ ایک دُھنیا تھے، حضرت حلاجؒ کی عمر جب اٹھارہ سال کی ہوئی تو وہ بغداد آ گئے۔ بغداد میں انہوں نے حضرت جنیدؒ کی شاگردی اختیار کی۔ حضرت جنیدؒ نے ان سے کہا کہ تمہارے لیے تنہائی اور خاموشی بہتر ہے۔

اس کے بعد حضرت حلاجؒ مکہ چلے گئے وہاں وہ ایک سال تک رہے اور پھر واپس بغداد آ

گئے۔ بغداد میں وہ پھر حضرت جنیدؒ کے پاس گئے تو ان کے ساتھ صوفیوں کی ایک جماعت تھی۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ سے کئی سوالات کیے۔ لیکن حضرت جنیدؒ نے ان کے کسی سوال کا بھی جواب نہ دیا۔ پھر حضرت حلاجؒ واپس اپنے آبائی قصبے تستر چلے گئے۔ وہ تستر میں ایک سال تک رہے انہوں نے علم و فضل میں بہت زیادہ ترقی کر لی اور قدیم مذہبی روایات کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

انہوں نے صوفیوں والا جبہ اتار پھینکا اور عام لوگوں کی طرح رہنا شروع کر دیا۔ لیکن ان کی اس سے بھی تسلی نہ ہوئی اور انہوں نے پھر تستر کو چھوڑ دیا اور جگہ، جگہ پھرنے لگے۔ اس طرح وہ پانچ سال تک اِدھر اُدھر پھرتے رہے، اور پھر ''اہواز'' میں بس گئے۔ یہاں انہوں نے اپنا مخصوص درس دینا شروع کیا۔ انہوں نے لوگوں کو ان کے دل کے راز بتانا شروع کر دیئے اور دوبارہ صوفیوں والا پھٹا پرانا لباس پہن لیا۔

پھر اہواز کے لوگوں کو کہ وہ دور دراز جا کر لوگوں کو اپنی تعلیمات دیں گے۔ اس کے بعد وہ ہندوستان اور چین بھی گئے۔ اور انہوں نے لوگوں کو خدا کی جانب راغب کرنا شروع کیا، اس دوران انہوں نے تصوّف پر شاعری بھی کی۔ آخر وہ مکہ چلے گئے اور پھر بغداد واپس آ گئے۔

عطار۔ حلاج

حضرت حلاجؒ کا دعویٰ:

اب حضرت حلاجؒ نے اپنی سیاحت کو ختم کر دیا اور بغداد میں رہتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ''میں ہی حق ہوں، انا الحق'' حضرت حلاجؒ کے اس دعوے کے حوالے سے بغداد کے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے تھے، ان کے دعوے کی مخالفت کرنے والے بھی بہت زیادہ لوگ تھے اور ان کے دعوے کی حمایت کرنے والے بھی بہت لوگ تھے۔ ان کے حمایتوں نے ان کے بہت سے معجزات کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان کے دعوے کے مخالفین نے ان کو خوب لتاڑا ہے۔ اس کے مخالفین نے ان کے دعوے انا الحق کی شکایت حکام اعلیٰ کو کر دی کہ حلاجؒ کفر کہتا ہے اس لیے ان کو سزائے موت دی جائے۔

حکومت کے علماء نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایک سال تک زنداں میں بند رہے۔ یہاں بہت سے مریدین اور دوسرے لوگ ملنے آتے رہے اور ان سے درس لیتے رہے۔ جب جیل کے داروغہ نے دیکھا کہ حضرت حلاجؒ کے پاس بہت زیادہ لوگ

آنے لگے ہیں تو اس نے حضرت حلاجؒ کی ملاقات پر پابندی لگا دی اور پانچ ماہ تک کسی کو نہ ملنے دیا۔ بغداد کے ایک مذہبی عالم نے حضرت حلاجؒ کو زنداں میں پیغام بھیجا کہ آپ اپنے دعوے "اناالحق" سے دستبردار ہو کر معافی مانگ لیں تو آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔

حضرت حلاجؒ نے جواب میں کہا کہ جس شخص نے مجھے یہ پیغام بھیجا ہے اسے خود مجھ سے معافی مانگنا چاہیے۔ جب اس مذہبی عالم نے حضرت حلاجؒ کا یہ جواب سنا تو رو پڑا اور کہنے لگا، حضرت حلاجؒ کے مقام کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت حلاجؒ کو جب پہلے دن زنداں میں بند کیا گیا تو وہ پہلی رات اور دوسری رات زنداں میں سے غائب رہے اور تیسری رات وہ داروغہ زنداں کو نظر آئے، تو داروغہ زنداں نے پوچھا کہ پہلی دو راتیں آپ کہاں غائب ہو گئے تھے۔

حضرت حلاجؒ نے کہا پہلی رات تو میں خود خدا سے کلام کرنے گیا ہوا تھا اس لیے میں زنداں میں نہ تھا، جبکہ دوسری رات خود خدا یہاں میرے ساتھ کلام کرنے آیا ہوا تھا اور ہم دونوں یہاں اکٹھے تھے اس لیے تم ہمیں نہ دیکھ سکتے تھے۔ جبکہ آج اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نظر بھی آ سکتا ہوں اور نہیں بھی نظر آ سکتا۔ اور اس قانون کے مطابق اب میں آپ کے سامنے ہوں۔

عطار۔ حلاج

قیدیوں کو رہا کرنا:

بغداد کے جس زنداں میں حضرت حلاجؒ کو رکھا گیا تھا، وہاں تین سو اور قیدی بھی تھے۔ تیسری رات حضرت حلاجؒ نے سب قیدیوں کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا تم لوگ رہا ہونا چاہتے ہو؟ قیدیوں نے کہا تم خود رہا کیوں نہیں ہو جاتے؟

حضرت حلاجؒ نے کہا میں تو اللہ تعالیٰ کا قیدی ہوں، اور نجات و بخشش خود میری پہرے دار ہے۔ میں اگر ایک اشارہ کروں تو زنداں کے سب دروازے پلک جھپکتے کھل جائیں اور تمام زنجیریں ٹوٹ جائیں۔ تب حضرت حلاجؒ نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا اور تمام قیدیوں کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔

قیدیوں نے حضرت حلاجؒ سے پوچھا اب ہم کیا کریں۔ کیونکہ زنداں کے دروازے پر قفل پڑا ہے۔ حضرت حلاجؒ پھر اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا تو زنداں کی دیوار میں شگاف ہو گیا۔ تب حضرت

حلاجؒ نے قیدیوں سے کہا اب تم بھاگ جاؤ۔ قیدیوں نے پوچھا آپ ہمارے ساتھ نہیں بھاگ رہے تو حضرت حلاجؒ نے کہا نہیں میں نہیں بھاگوں گا۔ کیونکہ میرے پاس خدا کا ایک راز ہے جو کہ صرف تختہ دار پر ہی بتایا جاسکتا ہے۔ اگلی صبح جب داروغہ زنداں کو معلوم ہوا کہ تمام قیدی بھاگ گئے ہیں تو اس نے حضرت حلاجؒ سے پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔

حضرت حلاجؒ نے کہا میں نے انہیں آزاد کیا ہے۔ داروغہ زنداں نے پوچھا تم ان کے ساتھ خود آزاد کیوں نہیں ہوئے۔

حضرت حلاجؒ نے کہا خدا مجھے اصلاح کے لیے سزا دینا چاہتا ہے، اس لیے میں ان کے ساتھ نہیں گیا۔

عطار۔ حلاج

حضرت حلاجؒ تختہ دار پر:

جب بادشاہ کو بتایا گیا کہ حضرت حلاجؒ نے سرکاری قید خانے سے سب قیدی فرار کر دیئے ہیں۔ تو بادشاہ نے کہا اب ہنگامہ ہوگا اگر حضرت حلاجؒ کو سزائے موت دی گئی۔ اس لیے اس کو اس قدر چھڑیوں سے پیٹا جائے کہ وہ اپنے کیے پر پچھتائے۔ بادشاہ کے حکم پر سپاہیوں نے حضرت حلاجؒ کو تین سو بار پیٹا۔ تو ہر بار آواز آئی اے ابن منصور خوف زدہ مت ہونا۔ تب اس کو تیرہ بھاری زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور اس کو تختہ دار پر لایا گیا۔

جب وہ بھاری زنجیروں کے ساتھ چل رہے تھے تو انہوں نے توازن برقرار رکھنے کے لیے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ سپاہیوں نے حلاج سے پوچھا تم اتنے تکبر سے کیوں چل رہے ہو؟ تو حضرت حلاجؒ نے کہا کہ مجھے جس طرح قتل گاہ کی جانب لایا جارہا ہے مجھے اس پر فخر ہے۔ جب حضرت حلاجؒ تختہ دار کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے تختہ دار کی دیوار کو بوسا دیا اور پھر تختہ دار کی جانب جانے والی سیڑھی پر چڑھنے لگے۔ تو سپاہیوں نے پوچھا اب آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔

حضرت حلاجؒ نے کہا خدا کے سچے عاشق کے لیے پہلا مرحلہ تختہ دار ہے جہاں سے وہ اپنے خدا کو آسمانوں میں مل سکتا ہے۔

اس وقت حضرت حلاجؒ نے شیر کی کھال کا جبہ پہنا ہوا تھا اور ایک کپڑا اس کے کندھوں پر تھا۔

حضرت حلاجؒ نے اپنا رخ مکہ معظمہ کی جانب کیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور پھر کہا کہ جو کچھ مردوں اور عورتوں میں پوشیدہ ہے اسے خدا جانتا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تختہ دار پر چڑھ گئے۔

عطار۔ حلاج

تصوّف کیا ہے؟:

حضرت حلاجؒ کے مریدوں کا ایک گروہ حضرت حلاجؒ کے پاس تختہ دار پر آیا اور ان سے پوچھا کہ اے مرشد ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ اس کے علاوہ ہمیں بتائیں کہ جو آپ کی حمایت کرتے ہیں آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور جو لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت حلاجؒ نے کہا جو لوگ میرے قتل کا تقاضا کرتے ہیں، وہ تم لوگوں سے جو کہ میری حمایت کرتے ہیں زیادہ ثواب کے حقدار ہیں۔ لیکن جو میری حمایت کرتے ہیں ان کو صرف اس وجہ سے ثواب ملے گا کہ وہ میرے نقطہ نظر کو سمجھتے ہیں جبکہ جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میں خدا کے قوانین کو توڑ رہا ہوں اور خدا کی مخالفت کر رہا ہوں اس لیے انہیں خدا کی حمایت کرنے کا اور میری مخالفت کرنے کا اس لیے دوگنا ثواب ملے گا۔

ایک مذہبی عالم حضرت شبلیؒ نے حضرت حلاجؒ سے پوچھا کہ تصوّف کیا ہے؟ حضرت حلاجؒ نے کہا کہ تصوّف کا نچلا ترین درجہ یہ ہے کہ "تم اب کیا دیکھ رہے ہو" اور شبلیؒ نے پوچھا اس کا اعلیٰ ترین درجہ کہاں ہے۔ حضرت حلاجؒ نے کہا اس کا اعلیٰ ترین درجہ وہ ہے جو تم دیکھ نہیں سکتے۔

حضرت حلاجؒ نے بس اتنی بات کہی تھی کہ سب لوگوں نے حضرت حلاجؒ کو پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ حضرت شبلیؒ نے بھی ایک ہلکا سا پتھر رسماً حلاج کی جانب پھینک دیا تو حضرت حلاجؒ نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ سپاہیوں نے پوچھا کہ جب لوگ آپ کو بڑے بڑے پتھر مار رہے تھے تو آپ بہت پُرسکون تھے لیکن آپ کی جانب ایک ہلکا سا پتھر پھینکا گیا جو کہ شاید آپ کو لگا بھی نہیں اور آپ نے چلانا شروع کر دیا۔ حضرت حلاجؒ نے کہا کہ جو لوگ مجھے پتھر مار رہے ہیں وہ میری اصل کیفیت کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے میں انہیں معاف کر سکتا ہوں۔

لیکن حضرت شبلیؒ نے جو میری جانب پتھر پھینکا ہے اس کا مجھے صد افسوس ہے کیونکہ وہ میری اصل کیفیت کو سمجھتا ہے کہ میرے نظریے کی سمت غلط نہیں ہے۔

عطار۔ حلاج

عشق الٰہی کا وضو:

اس کے بعد حضرت حلاجؒ کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے، تو وہ ہنسنے لگے، سپاہیوں نے پوچھا آپ ہنس کیوں رہے ہو؟ حضرت حلاجؒ نے کہا۔ میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ جو شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو اس کے ہاتھ کاٹنا کتنا آسان ہے۔ لیکن سچائی کے ہاتھوں کو کسی بھی طرح نہیں کاٹا جاسکتا۔ کیونکہ سچائی کے سر پر اُمید کا تاج ہوتا ہے۔

پھر اس کے دونوں پاؤں کاٹے تو وہ پھر مسکرانے لگے اور کہا میں نے ان پاؤں کے ساتھ زمین کو پامال کیا تھا۔ لیکن میرے پاس سچائی کے پاؤں ہیں جن سے میں آسمانوں تک سفر کروں گا لیکن تم سچائی کے پاؤں کو نہیں کاٹ سکتے۔ پھر انہوں نے اپنے ٹنڈ بازوں کو اپنے چہرے پر ملا تو ان کا چہرہ خون سے سرخ ہو گیا۔ سپاہیوں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حلاج نے کہا خون بہہ جانے سے میرا چہرہ زرد ہو گیا تھا، لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں خوف سے پیلا پڑ گیا ہوں۔

حضرت حلاجؒ نے پھر اپنے ٹنڈ بازوؤں سے اپنے جسم کو خون سے سرخ کر لیا۔ سپاہیوں نے پوچھا آپ یہ کیا کر رہے ہو؟ حضرت حلاجؒ نے کہا میں اپنے جسم کا غسل کر رہا ہوں کیونکہ خدا کی عبادت کرنے کے لیے جسم کا صاف ہونا ضروری ہے اور عشق الٰہی کا وضو اسی طرح کیا جاتا ہے۔

عطار۔ حلاج

حضرت حلاجؒ کی موت:

اس کے بعد جلادوں نے حضرت حلاجؒ کی دونوں آنکھیں نکال دیں، اب حضرت حلاجؒ پر فتویٰ دینے والوں میں شدت آ چکی تھی اور انہوں نے پھر حضرت حلاجؒ کو پتھر مارنے شروع کر دیئے جبکہ کچھ لوگ ان کی حالت پر آنسو بہا رہے تھے۔

جلادوں نے پھر حضرت حلاجؒ کی زبان کاٹ دی، حضرت حلاجؒ نے اپنے مریدوں سے اشاروں سے کہا کہ وہ صبر کریں۔

حضرت حلاجؒ نے وصیت کی تھی کہ ان کی مخالفت کرنے والے خدا کے احکام کی پابندی کر رہے ہیں اس لیے ان کو معاف کر دیا جائے۔ پھر جلادوں نے حضرت حلاجؒ کی گردن کاٹ دی، اس میں سے آواز آنے لگی کہ اب میں سچ کی انتہا تک پہنچ گیا ہوں۔ سچائی کو حاصل کرنے کے لیے

ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، زبان اور گردن بھی کٹالی جائے تو سودا مہنگا نہیں۔

پھر ان کے کان کاٹ دیئے گئے اور ناک کاٹ دی گئی، لیکن ان کی لاش میں سے پھر بھی آواز آرہی تھی اناالحق، اناالحق۔ ایک عورت قریب سے پانی کا گھڑا لیے گزر رہی تھی اس نے چلا کر کہا یہ آخر روئی دھننے والا دھنیا ہی تو ہے، اس کو کیا حق ہے کہ یہ خدا کے بارے میں بات کرے؟ اس کو مزید اذیت دو۔

حضرت حلاجؒ کی لاش سے آواز آئی خدا سے محبت کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ اور حضرت حلاجؒ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، تب ان کی روح آسمانوں کو پرواز کرگئی اس کے ساتھ ہی اس کے مرید اونچی آواز سے چلانے لگے۔

اناالحق، اناالحق......

عطار۔حلاج

قریب اور دُور:

اے خدا یہ ناممکن ہے کہ میں تم سے دُور رہوں۔ اور یہ تمہارے لیے ناممکن ہے کہ مجھ سے دُور رہو۔ ہمارے قربت کے تعلق میں دوری اور نزدیکی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ تمہاری رضا ہی مجھے تیرے ساتھ منسلک رکھے ہوئے ہے۔ تمہاری رضا یہی ہے کہ تو اور میں ایک رہیں۔ رضا الٰہی اسی وقت سچی ہوتی ہے جب محبت سچی ہو۔

میں تیری ثناء کرتا ہوں کہ تو کائنات کا خالق ہے، تو بھی میری تعریف کر کہ میں کائنات میں کامیاب ہوں۔ تیرے رحم نے مجھے پاکیزہ کر دیا ہے، کیونکہ تو خود پاک اور اعلیٰ ہے۔

میں تیری خدمت بجالاتا ہوں تو میری خدمت بجالا۔ میں جب تمہارے آگے جھکتا ہوں تو تیری سب مخلوق کے آگے جھکتا ہوں۔

حلاج۔طواسین 12

دکھائی نہ دینے والا، دکھائی دینے والا:

خدا کی جڑیں زمین کے اندر ہیں جبکہ وہ آسمان میں ہے۔ اس کی ہستی کو دیکھا نہیں جا سکتا جبکہ وہ نور کے شعلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

خدا جھیل کے پانیوں میں ہے، وہ جھیل کے پاتال میں ہے، جب جھیل خشک ہو جاتی ہے تو وہ فعل کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ خدا روشنی میں بھی ہے اور تاریکی میں بھی ہے۔

خدا بارش میں بھی ہے، خدا اندھوں میں بھی اور آنکھوں کی بینائی والوں میں بھی ہے۔ اے بھائیو اور بہنوں۔ جب تم اینٹوں کی بنائی ہوئی عمارت میں جاتے ہو تو تم تصور کرتے ہو کہ خدا وہاں ہے۔ لیکن خدا تو ہر جگہ موجود ہے صرف اس کی موجودگی کو محسوس کرنا ضروری ہے۔

حلاج۔ طواسین 31-33

بصیرت کے اندھے:

اے خدا آخر اس دنیا میں کیا برائی ہے کہ ہر کوئی جنت میں جانا چاہتا ہے؟ لوگ تمہیں دنیا میں کیوں نہیں پاتے؟ اور صرف تمہیں آسمانوں میں تلاش کرتے ہیں؟ اپنے لوگوں کی طرف دیکھ وہ تجھے آسمانوں میں تلاش کرتے ہیں۔ جبکہ تو ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ لیکن ان کی آنکھیں تجھے دیکھ نہیں سکتیں۔ کیا یہ لوگ بصیرت کے اندھے ہیں؟

ایک دفعہ میری روح بے قرار تھی، تو میں تیرا منتظر رہا تھا، تم جانتے ہو کیا میری روح کو تیرے بغیر قرار آ سکتا ہے؟

لیکن اب میں نے پا لیا ہے کہ تیری روح اور میری روح دونوں ایک ہیں۔ میں تمہارے نزدیک رہوں یا تم سے دور رہوں لیکن تیری روح اور میری روح ہمیشہ ہم آہنگ رہتی ہیں۔

اے خدا میں تم ہوں اور تم میں ہو، تو میری ہر خواہش میں موجود ہے۔ تو میرے تصورات و خیالات میں ہے۔ تیری اور میری روح دو چراغوں کی مانند ہیں جن میں سے ایک ہی روشنی نکلتی ہے۔

حلاج۔ دیوان

اپنا اپنا مقام:

ہر کسی کا ایک مقام اور رتبہ ہے یہ مقام اور رتبہ اس کی باطنی صفائی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ ہر کوئی انفرادی رتبہ کا حامل ہے۔

خدا کے نزدیک، جس کا رویہ مثبت، مقاصد نیک اور اس کی ذات کے اندر نظم و نسق ہو وہ شخص اس حوالے سے خدا کے نزدیک اپنا مقام رکھتا ہے۔

تم جب تک رہتے اور مقام کی پہلی منزل کے تقاضوں کو پورا نہ کرلو تو اس وقت تک دوسری منزل کی جانب نہ بڑھ سکو گے۔ جو لوگ سلوک کی پہلی منزل کو نہ پالیں وہ دوسری منزل کے لیے خدا کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں۔ جو لوگ سلوک کی دوسری منزل اعتماد کو نہ پہنچ جائیں وہ سلوک کی تیسری منزل کی جانب نہیں بڑھ سکتے۔ کیونکہ اس سلوک کی منزل میں بندے نے اپنے آپ کو خدا کو سونپنا ہوتا ہے۔

اس طرح ضروری ہے کہ پہلی منزل کے تقاضوں کو پورا کر کے اگلی منزل کی جانب بڑھا جائے۔

قشاری۔ رسالہ، 3

صوفی کی عبادت:

جب ہم خدا کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں تو ہم اس دنیا سے غیر واسطہ ہو جاتے ہیں ہم اپنے آپ کو اور دوسروں کو بالکل بھلا دیتے ہیں۔ ہم دنیا کے تمام معاملات سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ہم جزا و سزا سے بھی لاتعلق ہو جاتے ہیں۔

ایک صوفی جب عبادت میں مصروف ہوتا ہے تو اسکی کٹیا آگ میں جل رہی ہوتی ہے۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی عبادت سے غافل نہیں ہوتا۔ جب لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ عبادت میں اس کی کیفیت کیسی ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ خدا کے عشق کی آگ اس کی توجہ ہر چیز سے ہٹا دیتی ہے۔ اس لیے مجھے اپنی کٹیا کی آگ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

ایک لوہار جب اپنے کام میں مصروف ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کو قرآن کی آیات تلاوت کر کے سنائے تو لوہار اس وقت خود اپنے آپ سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔ اپنے کام میں مگن۔ اگر لوہار کا ہاتھ آگ میں بھی پڑ جائے یا جلتا ہوا لوہا اس کے ہاتھ کو چھو جائے تو اس کو اس تپش کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ تو اس لوہار کا شاگرد چلا کر کہتا ہے استاد تم کیا کر رہے ہو؟ تو وہ لوہار چونک جاتا ہے اور پھر اسے اپنے جل جانے کا پتا چلتا ہے۔

اگر ہم عبادت میں اس دنیا کے معاملات میں اس طرح بے خبر ہو جائیں تو ہم خدا کی موجودگی کو پا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم خدا کی سچائی کو حقیقی طور پر پا سکتے ہیں۔

قشاری۔ رسالہ، 3

طریقت، فلسفہ اور تصوّف:

میں سمجھتا ہوں کہ اہل تصوّف دنیادار لوگ نہیں ہوتے لیکن یہ لوگ دنیا کا حقیقی تجربہ رکھتے ہیں۔ میں جیسے جیسے دانشوری کا مطالعہ کرتا ہوں تو میں روحانیت میں آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہوں۔ تب مجھے کسی قسم کی مزید رہنمائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ صرف میری تشفی اور بلاواسطہ تجربہ مجھے سب کچھ سکھادیتا ہے۔ اس لیے تو میں تصوّف کے راستے پر چلتا ہوں۔

میں نے مذہبی اور فلسفیانہ حوالے سے جو کوششیں کی ہیں تو اس لیے ہی میں نے خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تصوّف کا انتخاب کیا ہے۔ یوم قیامت کو یہی میرے لیے کافی ہے۔

مذہبی طریقت، فلسفہ اور تصوّف ان تینوں پر میرا گہرا یقین ہے۔ ان تینوں طریقوں سے فطرت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ اپنی ذات کے اندر رحمت کو تمام دنیاوی خواہشات کو ترک کرکے حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس طرح زندگی کے ہر پہلو میں خدا کو دیکھا جاسکتا ہے۔

الغزالی۔ کیمیائے سعادت، 3

کثرت میں وحدت، وحدت میں کثرت:

یاد رکھیں ہم سب کو اسی خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اس لیے میں جو کہتا ہوں اس کو سن لو۔

کثرت میں تم اس کی وحدت کو دیکھتے ہو اور وحدت میں تم کثرت کو دیکھتے ہو۔ خدا کی رحمت کا منبع ایک ہے وہ سب پر ایک سی رحمت نچھاور کرتا ہے۔

ہر زندہ مخلوق دوسری زندہ مخلوق پر انحصار کرتی ہے۔ کوئی مخلوق بھی اس سے آزاد نہیں ہے یہ ایک سادہ سچائی ہے اور ہم اس کو سادہ طریق سے بیان کر سکتے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ کوئی مخلوق ایسی بھی ہے جو اپنے آپ ہی انحصار کرتی ہے تو تم جان جاؤ گے کہ میں کس کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔

ہر چیز دوسری سے منسلک ہے اور اس پابندی سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

اکبر ابن عربی۔ فصوص الحکم دیباچہ، 1

وہ اور میں:

میں خدا کی ثناء کرتا ہوں اور وہ میری توصیف کرتا ہے۔ خدا میری پرستش کرتا ہے اور میں خدا کی پرستش کرتا ہوں۔ میری موجودگی اس کی موجودگی کی دلیل ہے۔ اگر میری موجودگی نہیں ہے تو میں اس کی موجودگی سے بھی انکاری ہوں۔

وہ مجھے جانتا ہے لیکن میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ جبکہ میں اس کو اپنے اندر جذب کر کے جانتا ہوں۔

لوگ خدا سے کیوں کہتے ہیں کہ ان کو خدا نوازے؟ جبکہ وہ خود خدا کی خدمت نہیں کرتے کیونکہ جب میں خدا کی عبادت خدمت ہر طریقہ سے کرتا ہوں تو خدا خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا نے مجھے تخلیق ہی اس لیے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت و خدمت کر کے اس کو خوش کروں۔ میں اس کی ہی ذات کا حصہ ہوں اور میں اس کی ہی فہم کا اظہار کرتا ہوں۔ اس نے مجھے زمین پر اپنی ذات کے اظہار کے لیے بھیجا ہے۔

میں اس کی ذات کا حصہ ہوں اور وہ میری ذات کا حصہ ہے۔ وہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے اور میں اس میں رہتا ہوں۔ اور میں اپنی ذات میں رہتا ہوں۔ میری ذات کے دو پہلو ہیں وہ اور میں۔ خدا اور انسان۔ لیکن وہ میں نہیں ہوں اور میں وہ نہیں ہوں۔

وہ میرے اعمال میں اپنا اظہار کرتا ہے میں تو ایسا خول ہوں جس میں وہ رہتا ہے۔

اکبر ابن عربی۔ فصوص الحکم، 5

خدا کی موجودگی:

خدا ہر مخلوق اور ہر چیز میں موجود ہے۔ کبھی وہ چھپا ہوتا ہے اور کبھی ظاہر ہوتا ہے۔ ہر لمحہ اور ہر صورت میں رحیم و کریم خدا موجود ہے کبھی چھپا ہوا کبھی ظاہر۔

تم کسی مخلوق یا صورت کی جانب اشارہ کر کے کہہ سکتے کہ یہ خدا ہے تو آپ کا ایسا کہنا درست ہوگا۔

خدا ہر مخلوق اور صورت میں برابر طور پر موجود ہے۔ اس نے دائمی طور پر اپنی تخلیق کا منصوبہ تمام مخلوق اور صورت پر عیاں کر دیا ہے۔

وہ ہمیشہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جبکہ ہم نے اپنی فہم وذکاوت کی وجہ سے اس کی موجودگی سے انکار کردیا ہے۔

ایک ذہین شخص نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ ایک تصوّف کے حامل شخص کی روح خدا کی موجودگی کو دیکھ سکتی ہے۔

اکبر ابن عربی۔ فصوص الحکم، 6

جھنڈوں پر مصور شیر:

اگر کوئی دانشور، دانشوری سے محبت کو بیان کرنے کی کوشش کرے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی گدھا اپنے آپ کو کیچڑ میں لتھیڑے۔ کیونکہ محبت کو صرف محبت کے ذریعے ہی بیان کیا جاسکتا ہے۔

ہم سوچتے ہیں کہ ہم موجود ہیں، لیکن ہم اپنی ذات میں موجود نہیں ہیں۔ اے خدا صرف تم ہی حقیقی طور پر موجود ہو۔ تمہارا ظہور ہر چیز میں ہے۔

ہم تو جھنڈے پر مصور کیے شیروں کی مانند ہیں ہم اس وقت حرکت کرتے ہیں جب ہوا ہمیں حرکت دیتی ہے۔

رومی۔ مثنوی، 1

روحانی بصیرت:

جولوگ روحانی طور پر اندھے ہیں ان کو روحانی بصیرت والا ہی روحانیت کا راستہ دکھا سکتا ہے۔

اگر کوئی روحانی بصیرت والا نہ ہوگا، اور روحانیت کا مرشد بھی نہ ہوگا تو ساری دنیا روحانی طور پر مردہ ہوجائے گی۔

ایک غریب کو دولت کی ضرورت ہوتی ہے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ اسی طرح ایک خوبصورت خاتون کو صاف آئینے کی ضرورت ہوتی ہے جس میں وہ اپنی خوبصورتی کو دیکھ سکے۔ آئینے خوبصورتی منعکس کرتے ہیں۔ غربت فیاضی کو ظاہر کرواتی ہے جب کہ فیاضی پوشیدہ ہوتی ہے۔

اس شخص پر غور کیجیے جو سمندر میں گر جاتا ہے۔ جب وہ شخص مر جاتا ہے تو سمندر اس کی لاش کو سطح پر لے آتا ہے لیکن جب وہ شخص زندہ ہوتا ہے تو سمندر کی موجیں اس کو سمندر کی تہہ کی جانب

لے جاتیں ہیں۔بالکل ایسے ہی جب تمہارے اندر انسانیت مرجاتی ہے تو خدائی سمندر اس شخص کو اچھال کر اوپر لے آتا ہے۔

رومی۔مثنوی،1

سب راستے خدا کی طرف:

ایک دھوبی میاں بیوی کو دیکھو جب وہ کپڑے دھو رہے ہیں وہ کپڑوں کو دھوتے ہوئے ایسا معلوم ہوتے ہیں جیسا ان کے درمیان جھگڑا چل رہا ہے۔
دھوبی کپڑوں کو پانی میں بھگوتا ہے جبکہ اس کی بیوی ان کپڑوں کو پانی سے نکال کر نچوڑ کر خشک کرتی ہے۔لیکن دھوبی ان کو پھر پانی میں پھینک دیتا ہے۔اس کی بیوی پھر کپڑوں کو نچوڑتی ہے اور خشک کرتی ہے یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف کام کررہے ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہی کام کو ہم آہنگی سے سرانجام دے رہے ہیں۔
ہر پیغمبر اور ولی اپنا اپنا روحانی طریق رکھتے ہیں۔لیکن ان سب کا مقصد ایک خدا کو خوش کرنا ہے اس طرح ان سب طریق میں ایک ہم آہنگی ہے۔

رومی۔مثنوی،1

صوفی کی کتاب:

ایک صوفی اپنی کتاب سیاہی کے الفاظ سے نہیں لکھتا۔بلکہ وہ دل سے لکھتا ہے۔اور اس کا دل جاڑے کی برف کی طرح سفید ہوتا ہے۔
ہم ایک عالم کو اس کے قلم کی لکیروں کے حوالے سے پہچانتے ہیں۔اور ایک صوفی کو اس کے اولیانہ قدموں کے نشانات سے پہچانتے ہیں۔
اشیاء کی ظاہری حالت ختم ہوجاتی ہے لیکن ان کا جوہر کبھی ختم نہیں ہوتا۔پانی کی کوئی شکل نہیں ہوتی اس کو جس برتن میں ڈالا جائے وہی شکل اختیار کرلیتا ہے۔اسی طرح روح کی بھی کوئی شکل نہیں ہوتی اور وہ ہر بدن میں اپنی علیحدہ شکل رکھتی ہے لیکن ہر روح کا جوہر ایک ہے جیسے سچے موتیوں کی حفاظت سیپ کرتا ہے تمہیں بھی اپنی روح کی حفاظت ایسے ہی کرنی چاہیے۔

رومی۔مثنوی،2

محبت کا مسلک:

محبت کا مسلک تمام مذاہب سے علیحدہ ہے۔ محبت کا مسلک خدا ہے۔ اگر تم خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہو تو ولیوں کے ساتھ بیٹھو۔ اگر تم ولیوں کے ساتھ نفرت کرو گے تو تم بہت کچھ کھو دو گے۔ بلکہ تم خدا کو کھو دو گے۔ اگر تم اپنے مصائب ختم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیے کہ تم اپنی دنیاوی عقل کو ختم کر دو کیونکہ دنیاوی عقل فطرت کے کم ترین درجے سے تعلق رکھتی ہے اور اس کم ترین درجے سے خدائی بصیرت کو نہیں پایا جا سکتا۔

دنیاوی فہم اور ادراک تمہارے عقائد میں شکوک کو پیدا کر دیتا ہے جبکہ عقیدے کی فہم تمہیں آسمانوں کی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔

رومی۔ مثنوی، 2

ہنرمندوں کی عزت کرنا:

شاہراہوں پر مسافروں کے لیے اس لیے نشان لگائے جاتے ہیں تا کہ مسافر اپنا راستہ نہ گم کر دیں۔ لیکن جنہوں نے خدا کے ساتھ لو لگائی ہو انہیں راستوں کے ایسے نشانوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی روحانی آنکھوں سے خدا کی روشنی میں اپنا راستہ خود تلاش کرتے ہیں۔

جب خدا کے بندے ایسے راستوں کے نشانوں کے متعلق بات کرتے ہیں۔ دراصل وہ ان لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہوتے ہیں جو خدا کے راستے پر یقین نہیں رکھتے۔

تم پیغمبر تو نہیں ہو اس لیے پیغمبر کے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔ تم بادشاہ تو نہیں ہو لیکن اس کی رعایا بن سکتے ہو۔ تم جہاز کے ناخدا نہیں ہو لیکن تم ناخدا کے جہاز میں سوار ہو سکتے ہو۔ اس طرح تم ہر قسم کا ہنر حاصل نہیں کر سکتے لیکن ایسے تمام ہنرمندوں کی عزت و توقیر کر کے ان کے ہنر سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

رومی۔ مثنوی، 2

چور کے لیے تحفہ:

ایک صوفی کو لوگوں نے بہت ہی گھٹیا جانا۔ وہاں کا ایک مقامی شخص اس صوفی کے مرشد کے

پاس گیا اور مرشد سے پوری بات کہہ کر اس کی رائے پوچھی۔

صوفیوں کے مرشد نے کہا کہ اس صوفی کو ظاہری طور پر تو کوئی غلطی نظر نہیں آتی لیکن داخلی طور پر اس میں کئی غلطیاں ہیں اور میں اس کے متعلق کوئی قیاس نہیں کر سکتا۔

ایک صوفی ایک مسجد میں بیٹھا آنسو بہا رہا تھا۔ وہ دعا کر رہا تھا اے رحیم و کریم اور مہربان خدا نہیں معلوم ہے کہ میں کس قدر گناہ گار ہوں۔ میں التجاء کرتا ہوں کہ میری غلطیوں کو معاف کر دیا جائے کیونکہ بخش دینا تیری فطرت ہے اور گناہ کرنا میری فطرت ہے۔

ایک چور ایک صوفی کے گھر میں داخل ہوا چور نے پورے گھر کی تلاش لی لیکن اسے کوئی بھی قیمتی چیز نہ ملی۔ جب چور جانے لگا تو صوفی کی آنکھ کھل گئی۔ صوفی نے جب چور کو خالی ہاتھوں غمگین دیکھا تو صوفی نے وہ چٹائی جس پر وہ سویا ہوا تھا وہ چور کے حوالے کی اور اسے گھر سے رخصت کیا۔

سعدی۔ گلستان، 2

جسمانی اور روحانی زخم:

ایک بادشاہ نے ایک صوفی کو اپنے ہاں کھانے پر بلایا تو صوفی نے بہت کم کھانا کھایا اور کھانے کے بعد معمول سے زیادہ لمبی دعا کی۔ صوفی کو امید تھی کہ بادشاہ اس کے اس عمل سے کافی خوش ہوگا۔ جب صوفی اپنے گھر کو واپس لوٹ کر آیا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بہت زیادہ کھانا تیار کرو تو اس کے بیٹے نے پوچھا کہ کیا تم نے بادشاہ کے دستر خوان سے کھانا نہیں کھایا؟ صوفی نے کہا کہ میں نے بہت کم کھانا کھایا اور بہت لمبی دعا کی تا کہ بادشاہ اس سے متاثر ہو جائے تو صوفی کے بیٹے نے کہا اس کے لیے تمہیں پہلے بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ اس سے قبل تو تم نے بالکل دعا نہ کی تھی اس لیے پہلے اپنی سابقہ دعاؤں کو پورا کر لو پھر کھانا کھانا۔

ایک صوفی کو ایک چیتے نے زخمی کر دیا اس صوفی نے زخموں کو مندمل کرنے والی ہر دوائی استعمال کی لیکن کسی دوائی کا بھی اثر نہ ہوا لیکن صوفی خدا کا شکر ادا کرنے سے کبھی بھی غافل نہ رہا۔

کچھ لوگوں نے صوفی سے پوچھا کہ تم زخموں کی اذیت میں مبتلا ہو لیکن پھر بھی تم خدا کا شکر ادا کرتے ہو۔ صوفی نے کہا کہ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ چیتے نے میرے جسم کو زخمی کیا ہے لیکن میری روح کو کسی گناہ نے زخمی نہیں کیا اس لیے میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔

سعدی۔ گلستان، 2

چوری کرنا اور لینا:

ایک صوفی کو ایک کمبل کی ضرورت تھی اور اس نے یہ کمبل اپنے ایک دوست کے گھر سے چرا لیا۔ کمبل چراتے ہوئے صوفی کو پکڑ لیا گیا۔ قاضی نے فیصلہ دیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔
کمبل کے مالک نے قاضی سے کہا کہ میں اس صوفی کو معاف کرتا ہوں اس لیے میری درخواست ہے کہ صوفی کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں لیکن قاضی نے کہا کہ قانون کا تقاضا ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ کمبل کے مالک نے کہا یہ سچ ہے۔ لیکن ایک صوفی تو کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوتا۔ اس لیے کمبل اس نے چرایا ہی نہیں بلکہ کمبل اس نے مجھ سے لیا ہے۔
لیکن قاضی نے صوفی سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ تم نے یہ کمبل اپنے دوست کے گھر سے لیا ہے۔
صوفی نے کہا یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنے دشمن کے گھر پر دستک نہ دی جائے بلکہ دوست کے گھر سے کچھ لے لیا جائے۔ تو اس پر قاضی نے صوفی کو رہا کر دیا۔

سعدی۔ گلستان، 2

بادشاہ اور صوفی:

ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک بادشاہ جنت میں ہے جبکہ ایک صوفی جہنم میں ہے جب وہ بیدار ہوا تو وہ صوفیوں کے ایک مرشد کے پاس گیا اور اس کو اپنا خواب بتایا اور مرشد سے پوچھا کہ کیا یقینی طور پر میں نے یہی خواب دیکھا ہے تو صوفیوں کے مرشد نے کہا کہ وہ بادشاہ جنت میں جائے گا جو صوفیوں کو اپنا دوست رکھتا ہے اور وہ صوفی جہنم میں جائے گا۔
ایک بادشاہ نے ایک صوفی کو اپنے محل میں دعوت دی تو صوفی نے اپنے آپ سے کہا کہ میں اپنے ساتھ ایک ایسی دوائی لے کر جاؤں گا کہ جس سے بادشاہ بہت متاثر ہوگا۔ صوفی نے جب بادشاہ کے محل میں جا کر اس دوائی کے بہت سے فوائد بیان کیے بادشاہ نے اس دوائی کو بہت زیادہ مقدار میں کھا لیا جس سے بادشاہ کی موت واقع ہوگئی۔
ایک صوفی کو بہت زیادہ مقدار میں کھانے کی عادت تھی۔ وہ شام کو بہت زیادہ کھانا کھا لیتا اور پھر قرآن کی تلاوت شروع کر دیتا ایک دوسرا صوفی جو اپنی فہم اور ادراک میں بہت معروف تھا۔ اس نے زیادہ کھانا کھانے والے صوفی سے پوچھا کہ تم اتنا زیادہ کیوں کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ جو صوفی بہت کم کھانا

کھاتے ہیں وہ جلدی سو جاتے ہیں جبکہ میں زیادہ کھانا کھا کر زیادہ دیر جاگ کر عبادت کرتا ہوں۔

سعدی۔گلستان،2

صوفی کی عبادت:

لوگوں کا ایک گروہ ایک شہر کی جانب قافلے کی صورت میں سفر کر رہا تھا۔قافلے نے رات ایک جنگل کے کنارے پر گزاری اس قافلے میں ایک صوفی بھی تھا۔جب صبح ہوئی تو صوفی نیند سے جاگ اٹھا اور صوفی نے ناچنا اور گانا شروع کر دیا۔دوسرے مسافروں نے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ تو صوفی نے کہا کہ بلبلیں درختوں میں گا رہی ہیں۔پہاڑوں پر مرغ زریں خدا کا نام پکار رہے ہیں۔پانی میں مینڈک خدا کا نام لے رہے ہیں۔جنگل میں جھینگر خدا کا نام لے رہے ہیں۔جبکہ تمام مخلوقات خدا کا نام پکار رہی ہیں،تو میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں۔

سعدی۔گلستان،2

محنت اور عبادت:

ایک مرید نے اپنے صوفی مرشد سے پوچھا کہ سورج بہت سی رحمتوں، برکتوں کا منبع ہے۔ لیکن میں نے کسی سے نہیں سنا کہ وہ سورج کو اپنا دوست کہتا ہے؟ ایسا کیوں ہے؟

صوفی مرشد نے کہا کہ ہم سورج کو ہمیشہ سے روزانہ طلوع ہوتے دیکھتے ہیں اس لیے ہم اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے۔جبکہ موسم سرما کے جاڑوں میں ہم تمنا کرتے ہیں کہ سورج اپنی روشنی سے ہمیں گرمی پہنچائے۔تب ہمیں سورج کی اہمیت کا شدید احساس ہوتا ہے۔

ایک شخص اپنی نیکی کی وجہ سے بہت شہرت رکھتا تھا۔ایک بادشاہ نے اس سے پوچھا تم اپنا وقت کس طرح گزارتے ہو؟

تو اس نیک شخص نے کہا کہ میں رات عبادت میں گزارتا ہوں اور دن کو محنت مزدوری کرتا ہوں۔میں اپنے خاندان کے مصارف کو قابو میں رکھتا ہوں۔اس لیے میری کوشش ہوتی ہے کہ میں زیادہ وقت عبادت میں گزاروں اور میرا مزدوری کرنے میں کم وقت صرف ہو۔

لیکن ایک صوفی نے کہا مزدوری کرنا کسی عبادت سے کم نہیں ہے۔

سعدی۔گلستان،2

بادشاہ کی طاقت اور صوفی کی طاقت:

ایک بادشاہ صوفیوں سے بہت خار کھاتا تھا۔ صوفیوں کا ایک گروہ ایک دفعہ اس بادشاہ سے ملنے گیا۔ صوفیوں کے مرشد نے بادشاہ سے کہا عزت مآب آپ سے اگر چہ ہم لوگ فوجی طاقت کے حوالے سے بہت کمزور ہیں۔ لیکن ہم تم جیسے بادشاہوں سے زیادہ خوش رہتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں جانے کے بعد ہم برابر ہو جائیں گے، لیکن یوم حساب کے دن ہم پھر تم جیسے بادشاہوں سے بہتر ہوں گے۔

کچھ لوگوں نے ایک صوفی مرشد سے پوچھا کہ حوصلہ زیادہ اچھی چیز ہے یا سخاوت اور فیاضی زیادہ بہتر ہے؟

صوفی مرشد نے کہا جو لوگ سخی اور فیاض ہوتے ہیں ان کو حوصلے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

سعدی۔ گلستان، 2

فیاضی اور بھوک:

حاتم اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتا تھا۔ ایک شخص نے حاتم سے پوچھا کیا تم نے کبھی اپنے سے زیادہ کسی سخی شخص کے بارے میں سنا ہے؟

حاتم نے کہا ایک دفعہ مجھے ایک لکڑہارا ملا جو کہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے چلا آ رہا تھا۔ میں نے اس لکڑہارے سے کہا کہ تم حاتم کے گھر چلے جاؤ وہاں تمہیں مفت میں خوب کھانا ملے گا۔

اس لکڑہارے نے جواب دیا جو لوگ اپنی روٹی اپنی ذاتی محنت سے کماتے ہیں وہ حاتم کے کھانے کی جانب نہیں دیکھتے۔

حاتم نے کہا وہ لکڑہارا مجھ سے زیادہ سخی اور فیاض تھا۔

ایک شخص صحرا میں اپنا راستہ کھو بیٹھا اور کئی دنوں تک صحرا میں بھٹکتا رہا۔ وہ کئی دنوں سے بھوکا بھی تھا، اس کی نظر ایک تھیلی پر پڑی جو کہ ریت میں گری پڑی تھی۔ اس شخص نے جلدی سے اس تھیلی کو اٹھا لیا اور سوچا کہ اس میں کھانے والے جو ہوں گے۔ تب اس نے جلدی سے تھیلی کو کھولا تو اس کو معلوم ہوا کہ تھیلی میں ہیرے جواہرات ہیں، تو اس نے تھیلی کو ہوا میں اچھال کر پھینک دیا۔

سعدی۔ گلستان، 3

مرشد کی مدد:

جولوگ روحانیت کے راستے پر چلتے ہیں وہ لوگ رتبے اور مقام کے لحاظ سے ایک دوسرے سے کم تر یا اعلیٰ نہیں ہوتے۔

ایک صوفی مرشد کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام زیراک تھا۔ زیراک بہت ہی عقل مند اور نیک تھا۔ جب اس کا آقا انتقال کرنے لگا تو اس سے اس کے مریدوں نے پوچھا کہ آپ کی جگہ کون مرشد ہوگا؟ تو ان کے مرشد نے کہا آپ کا مرشد اب میرے مرنے کے بعد زیراک ہوگا۔ اس صوفی مرشد کے چار بیٹے تھے۔ زیراک نے اپنے آقا سے کہا کہ آپ کے بیٹے مجھے آپ کی جگہ نہیں لینے دیں گے۔ وہ تو ہمیشہ مجھ سے خفا رہیں گے۔ مرشد نے کہا تم اپنے دل میں اطمینان رکھو۔ اگر وہ تمہیں کوئی تکلیف دیں تو میں تمہاری مدد کروں گا۔

جب زیراک کا آقا انتقال کر گیا، تو زیراک اس کی جگہ مرشد بن گیا، اب زیراک کو اس کے آقا کے بیٹوں نے کہا، تمہیں کیا حق ہے کہ تم ہمارے باپ کی گدی پر بیٹھو؟ وہ اس کو مسلسل پریشان کرنے لگے۔ آخر کار ان میں تنازعہ بڑھ گیا۔

زیراک اپنے آقا کی قبر پر گیا اور آقا سے کہا کہ اب تم اپنے وعدے کا پاس کرو۔ چند دنوں بعد کافروں نے اس علاقے پر حملہ کیا، مقامی لوگوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس کے مرشد کے چاروں بیٹوں نے بھی جنگ میں حصہ لیا اور چاروں اس جنگ میں مارے گئے۔ اب زیراک ہر قسم کے خوف، ہراس سے آزاد تھا۔

نظام الدین۔ فوائد الفواد، 1-2

خدا کی قربت کی خواہش:

خدا کی قربت کے سوا کوئی خواہش نہیں ہونی چاہیے۔

ایک صوفی مرشد اپنے گھر میں تھا اور اپنے جبے پر پیوند لگا رہا تھا۔ ایک ٹانگ اس نے سامنے کو سیدھی کر رکھی تھی۔

اس دوران مرشد کا ایک مرید وہاں آ پہنچا، یہ مرشد کا جانشین تھا۔ لیکن مرشد نے اس کے آنے پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔

مرید نے اپنے مرشد کی ننگی ٹانگ کو دیکھ کر کہا۔ جناب مہربانی کر کے اپنی ٹانگ سکیڑ لیں۔ لیکن مرشد نے اس پر بھی کوئی حرکت نہ کی۔ مرید نے اپنے الفاظ مزید تین دفعہ دہرائے۔
جب مرید جانے لگا تو مرشد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں خدا کی قربت کے سوا کسی قسم کی خواہش نہیں رکھتا تو پھر میں ٹانگ پھیلاؤں یا سکیڑوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نظام الدین۔ فوائد الفواد، 1-6

اللہ کی خوشنودی کے لیے عبادت:

ایک شہر میں ایک بہت بڑی مسجد تھی اور اس مسجد کے لیے بہت بڑا وقف تھا۔ اس مسجد کے وقف کے متولی کو ملک کا طاقتور ترین شخص خیال کیا جاتا تھا بلکہ یہ متولی ایک شہنشاہ کی طرح ہوتا تھا۔ اگر ملک کے بادشاہ کو کبھی رقم کی ضرورت ہوتی تو وہ مسجد کے وقف کے متولی سے رقم ادھار لیتا۔
ایک دن ایک شخص اس مسجد میں آیا، اسے امید تھی کہ وہ ایک دن اس مسجد کے وقف کا متولی ضرور بنے گا۔
اس نے مسجد میں اپنی روحانیت کا مظاہرہ کیا تاکہ لوگ اس کی جانب متوجہ ہو کر اس کو ایک مفید شخص سمجھیں۔ لیکن اس کی تمام کوششیں بے کار گئیں اور کسی نے بھی اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔
تب وہ شخص ایک دن دعا میں اللہ تعالیٰ سے کہنے لگا کہ اب میں تیری عبادت کسی لالچ کی خاطر نہیں کروں گا اور نہ ہی مجھے مسجد کے وقف کا متولی بننے کے لیے تیری عبادت کرنا ہے۔ مجھے تو صرف تیری خوشنودی کے لیے اور بغیر کسی لالچ اور خوف کے تیری عبادت کرنا ہے۔
کچھ دنوں کے بعد مسجد کی انتظامیہ کے لوگ اس کو تلاش کرتے ہوئے آئے اور اس سے کہا کہ ہم تمہیں مسجد کے وقف کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس نیک شخص نے متولی بننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ایک عرصہ تک اس کوشش میں رہا کہ متولی بنوں لیکن تم لوگوں نے مجھے اس قابل نہ جانا۔ اب میں خود اس کی خواہش نہیں رکھتا۔ مجھے تو خدا کے قریب رہنا ہے اور کسی کے نہیں۔

نظام الدین۔ فوائد الفواد، 1-24

اللہ تعالیٰ کا حکم:

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے ایک نوجوان کو جیل میں ڈال دیا۔ اس نوجوان کی ماں بادشاہ کے

پاس گئی اور التجا کی کہ اس کے بیٹے کو رہا کر دیا جائے۔ بادشاہ نے کہا جب تک میرے خاندان کا ایک بھی فرد زندہ ہے یہ نوجوان جیل سے رہا نہیں ہوگا۔

یہ سن کر نوجوان کی ماں رونے لگی۔ اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور کہا کہ بادشاہ نے اپنا حکم سنا دیا ہے۔ اے کائنات کے شہنشاہ تیرا کیا حکم ہے؟

اس بات سے بادشاہ کا دل نرم ہو گیا، اس نے حکم دیا کہ نوجوان کو رہا کر دیا جائے، اور نوجوان کو ایک قیمتی گھوڑا خرید کر دیا جائے۔

پھر بادشاہ نے مزید حکم دیا کہ نوجوان اس گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں سے گزرے اور اس کے سامنے بادشاہ کے نوکر چلیں اور یہ نوکر اعلان کریں کہ اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ نے رہا کیا ہے اور بادشاہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے معطل کر دیا ہے۔

نظام الدین۔ فوائد الفواد، 1-28

محبت صبر پیدا کرتی ہے:

ایک صوفی مرشد خاموش بیٹھا ہوا تھا کہ لوگوں کا ایک گروہ آیا وہ اس صوفی کو اس کی غلطیوں کی سزا دینا چاہتا تھا۔ وہ لوگ صوفی مرشد کو بُری طرح پیٹنے لگے۔ لیکن وہ صوفی مرشد بالکل پرسکون اور خاموش رہا۔ اس کے چہرے سے درد کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔

جب وہ لوگ اس کو پیٹ کر جا چکے تو لوگ صوفی مرشد کو قاضی کے پاس لے گئے۔ قاضی نے پوچھا کہ جب تمہیں پیٹا گیا تو تم نے کوئی درد کیوں نہ محسوس کیا۔

صوفی بزرگ نے کہا جب وہ لوگ مجھے پیٹ رہے تھے تو میری بیوی بھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اس لیے اس محبت نے مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔

تب میں نے سوچا کہ اگر ایک انسان کی محبت انسان کے لیے اتنی آسانی پیدا کر سکتی ہے تو وہ خدا جو سب کچھ دیکھ رہا ہے اس کی محبت کس قدر آسانی پیدا کر سکتی ہے۔

نظام الدین۔ فوائد الفواد، 2-9

اسلامی فلسفہ

مسلمان فلسفیوں نے کئی حوالوں سے اپنے فلسفے کو مفید بنایا خاص کر یونانی فلسفے سے بہت مدد حاصل کی۔ مسلمانوں کے فلسفے نے قرون وسطیٰ کے یورپ کو قدیم نظریات سے نجات دلا کر خواب غفلت سے بیدار کیا۔

یہ مسلمان فلسفی سائنسدان اور حکیم تھے۔ انہوں نے منطق کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر بہت زیادہ تحقیق کی اور اپنا فلسفہ مرتب کیا۔

رازیؒ متوفی 925 عیسوی ''رے'' شہر کا رہنے والا تھا۔ ''رے'' شہر موجودہ جدید شہر تہران کے قریب واقع تھا۔

وہ نوجوانی میں بغداد چلا گیا وہاں اس نے ادویات کا علم حاصل کیا اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ ایک شفاخانے کا مہتم بن گیا۔ اس نے چیچک اور خسرہ پر ایک تحقیقی رسالہ لکھا۔ اس کی تحقیق کے مطابق اب تک اسی طریق سے ان بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ پھر اس نے روحانیت کی جانب توجہ مبذول کی اور بہت سی بیماریوں کا علاج روحانی اور اخلاقی طور پر دریافت کیا۔

ابن سینا متوفی 1037 عیسوی۔ یورپ میں اس کو ''ایوسینا'' کہا جاتا ہے۔ وہ ایک غیر معمولی حکیم اور ماہر فلکیات تھا۔ وہ اصفہان کا رہنے والا تھا۔ اس نے ارسطو کے طریق پر اپنے اسلامی فلسفے کو بیان کیا ہے۔ اس پر دہریت کا الزام بھی لگایا گیا۔

ابن رشد متوفی 1198ء اس کو یورپ میں ''ایوروز'' کہا جاتا ہے۔ وہ ''قرطبہ'' اندلس میں پیدا ہوا۔ وہ نوجوانی میں ''مراکو'' چلا گیا، وہاں وہ بادشاہ کا مشیر بن گیا اس کے فلسفے میں مذہبی اور سائنسی خیالات ہیں۔

☪

فہم کی افادیت:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر فہم کو تخلیق کیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہماری فطرت جس قدر ہمیں اجازت دیتی ہے اسی قدر اپنے مرتبے کو اس دنیا کے لیے اور آنے والی اگلی دنیا کے لیے حاصل کریں۔ فہم ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے۔ اس فہم کے ذریعے ہم ہر قسم کا لطف اور خوشی حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی فہم سے ہم اپنی زندگی کو خوبصورت اور پر لطف بنا سکتے ہیں۔ اسی فہم سے ہم اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ فہم سے ہم بحری جہاز تعمیر کر سکتے ہیں اور ان کو سمندر میں چلا سکتے ہیں اور اس طرح ہم دور دراز کے ملکوں میں جا سکتے ہیں۔ فہم سے ہم ادویات تیار کر سکتے ہیں جو ہماری جسمانی بیماریوں کو شفا دے سکتیں ہیں۔ فہم سے ہم بہت سے ہنر اور فن سیکھ کر اپنے لیے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ فہم سے ہم ایسے معاملات کو سلجھا سکتے ہیں جو بہت ہی پر اسرار ہوں، ورنہ یہ اسرار ہمیشہ ہم سے پوشیدہ رہیں گے۔ فہم سے ہم زمین اور آسمان کی ہیئت معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم سورج اور چاند کے مداروں کو معلوم کر سکتے ہیں۔

ہم فہم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جان سکتے ہیں اور یہ ہمارا قابل قدر کارنامہ ہوگا۔

رازی۔ کتاب الملکی

فہم کا مرتبہ:

جیسا کہ فہم ہمارے لیے خدا تعالیٰ کا شاندار تحفہ ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے فہم کے مرتبے اور مقام میں کمی واقع نہ ہونے دیں، فہم کو چاہیے کہ ہمارے اعمال کی نگرانی کرے اور ہمیں چاہیے کہ ہم کسی چیز کو اپنے فہم پر غالب نہ آنے دیں۔ انسانوں میں فہم و شعور مقتدر اعلیٰ ہے۔

ہم ہر قسم کے حالات میں اپنے شعور کو استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں فہم و شعور کی توقیر کرنا چاہیے اور اس کے نتائج پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ہمیں اس دنیا کے معاملات کو اسی فہم سے سلجھانا چاہیے۔ اگر ہمیں فہم حکم دے تو ہمیں اپنے اندر اعلیٰ ترین نیکی کو پیدا کرنا چاہیے۔

ہمیں اپنے فہم پر کسی جذبات کو غالب نہیں آنے دینا چاہیے۔ جذبات فہم کو گھٹا دیتے ہیں۔ اس طرح فہم کا راستہ اور مقصد بھٹک جائے گا۔ جذبات رہنمائی کی روشنی پر غالب آ جاتے ہیں۔

اب ہمیں اپنے جذبات پر قابو پانا سیکھنا ہے۔ اس کے لیے ہمیں فہم کے احکام کی پابندی کرنا ہوگی۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہوئے تو ہمارا فہم زیادہ صاف اور شفاف ہو جائے گا۔ فہم کی روشنی ہمارے ساتھ چمکے گی اور پھر ہم سب کچھ اپنی مرضی سے کر سکیں گے۔

آئیں ہم خدا کے اس تحفہ فہم سے لطف اٹھائیں۔

رازی۔ کتاب الملکی

اپنے سے اعلیٰ کی ضرورت:

آپ اپنے آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ اپنی تعریف و توصیف اور اپنے کاموں کی تعریف پسند کرتے ہیں۔ آپ اپنے عمل اور رویے کو درست قرار دیتے ہیں۔ اس لیے آپ کو اپنے اعمال و کردار کے بارے میں اور بُری عادات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ جب تک آپ اپنے بارے میں صاف طور پر نہ جان لیں گے اس وقت تک آپ برائیوں سے نجات نہ حاصل کر سکیں گے۔

اس لیے آپ کو ایک ایسی شخصیت کی رہنمائی کی ضرورت ہے جو آپ سے اعلیٰ بصیرت کی حامل ہو۔ آپ کو ایسی شخصیت پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ وہ شخصیت آپ سے بہت سے سوال کرے گی اور آپ کے متعلق معلومات لے گی، آپ کو پوری ایمانداری سے اس کے سوالوں کے جواب دینا ہوں گے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو عیاں کرنا ہوگا۔

آپ جب اپنے تمام عیوب عیاں کریں گے تو آپ بہت عظیم ہوں گے۔ آخر کار وہ آپ سے اعلیٰ بصیرت کی شخصیت آپ کو آپ کے بارے میں بتانا شروع کرے گی۔ آپ کو اس وقت کسی قسم کا افسوس یا شرمندگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

آخر آپ اپنے بارے میں سب کچھ جان کر اپنی اصلاح کر کے لطف اندوز ہوں گے۔ آپ کو اعلیٰ بصیرت کی شخصیت کچھ اس طرح سے بنا دے گی کہ آپ سچائی کی جانب آ جائیں گے۔

رازی۔ کتاب الملکی

غصّہ:

غصہ جانوروں میں بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں بھی۔ جو لوگ کوئی زخم کھاتے ہیں یا انتقام کا جذبہ رکھتے ہیں انہیں غصہ مزید نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جب آپ کو غصہ آئے تو کوشش کریں کہ ایسا واقعہ نہ ہو کہ جس سے آپ کو نقصان پہنچے۔ آپ کو اپنے غصہ پر قابو پانا آنا چاہیے ورنہ غصے کے نتائج آپ کے لیے خطرناک ہو سکتے ہیں۔

جو لوگ غصے پر قابو نہیں پا سکتے وہ اپنے فہم کو گھٹا لیتے ہیں۔ جب تمہیں غصہ آئے تو فوراً کوئی بھی کام نہیں کرنا چاہیے۔

جب تمہیں غصہ آتا ہے تو تمہاری جسمانی اور روحانی توانائی کم ہو جاتی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جس شخص پر آپ کو غصہ آتا ہے، اس کو اپنے سے حقیر نہ خیال کریں۔ ورنہ آپ کو غصے پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔

رازی۔ کتاب الملکی

مصیبت:

مصیبت کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں کچھ لوگ بہت زیادہ غربت کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی قسمت کو بدلنے پر یقین نہیں رکھتے۔ کچھ لوگ اپنی دولت کے ضائع ہونے کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں۔

تاہم مصیبت ان لوگوں کی فطرت کی بنیاد میں ہوتی ہے۔ ہم اس بات کو بچوں میں صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ کچھ بچے اپنی چیزیں دوسرے دوستوں کو اپنی مرضی سے دے دیتے ہیں اور وہ مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے۔ لیکن کچھ بچے اپنی چیزیں کسی کو نہیں دیتے۔

مصیبت کو مصیبت نہ سمجھا جائے تو مصیبت ختم ہو جاتی ہے۔ جب ہمیں اپنے مال کی پرواہ نہ ہو گی تو مصیبت ختم ہو جائے گی۔ مصیبت کا تعلق جذبات سے بھی ہے۔ اپنے جذبات پر قابو پا کر مصیبت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

رازی۔ کتاب الملکی

پریشانی:

پریشانی کے بھی کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ جب پریشانی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو یہ خطرناک ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے ان اسباب کو تلاش کرنا ہوگا جس وجہ سے پریشانی آتی ہے۔ پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے آرام کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ایسے کاموں یا سرگرمیوں میں مصروف ہو جائیں کہ پریشانی بھول جائے۔

پریشانی کا سب سے زیادہ اثر دفاع پر ہوتا ہے۔ اگر آپ تناؤ ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پریشانی ختم ہو جائے گی ورنہ آپ کا جسم بھی کمزور ہونا شروع ہو جائے گا اور آخرکار تمہارا خاتمہ ہو جائے گا۔

رازی۔ کتاب الملکی

غم:

غم کے بادل سوچ اور فہم کو ڈھانپ لیتے ہیں، غم روح اور جسم کے لیے خطرناک ہے۔ اس لیے جتنا ہو سکے اس کو کم کر دیا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

غم کو دو طرح سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ غم پر قابو پا کر اور غم کو ختم کر کے۔ غم اس وقت آتا ہے جب کسی قریبی عزیز کا نقصان ہوتا ہے، یا کوئی قریبی عزیز موت کا شکار ہوتا ہے۔

جس شخص سے لوگ بہت زیادہ محبت کرتے ہوں اس کی محبت بڑی طاقت ہوتی ہے۔ جس سے محبت شدید ہوگی اس کا غم بھی شدید ہوگا۔ جس سے محبت کم ہوگی اس کا غم بھی معمولی نوعیت کا ہوگا۔ غم کی شدت میں جذبات بہت زیادہ کردار ادا کرتے ہیں۔ جب آپ کسی غم میں مبتلا ہوں تو جذبات پر قابو رکھیں غم کم ہو جائے گا۔ اگر آپ جذبات میں کمی نہ کریں گے تو غم کی شدت آپ کو نقصان پہنچائے گی۔

رازی۔ کتاب الملکی

وہم:

کئی لوگ وہم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہم کئی قسم کے خوف کو جنم دیتا ہے۔ زیادہ تر لوگ

جسمانی صفائی کے حوالے سے وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو دھوتے رہتے ہیں اور پھر بھی سمجھتے ہیں کہ وہ پاک صاف نہیں ہیں۔

صفائی صحت کے لیے اور ذوق کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ذہن کی صفائی ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن کچھ لوگ غیر ضروری طور پر صفائی کے حوالے سے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی صفائی سے مطمئن نہیں ہوتے۔

وہم کا شکار شخص مذہبی بنیادوں پر صفائی کے حوالے سے دلائل دیتے ہیں۔ لیکن مذہب جسمانی صفائی کے علاوہ ذہنی صفائی پر بھی زور دیتا ہے ایسے لوگ صرف جسمانی صفائی کے حوالے سے غیر ضروری سوچتے ہیں اور وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مذہب جس قدر ذہنی صفائی پر زور دیتا ہے اس قدر جسمانی صفائی پر زور نہیں دیتا۔ اس طرح ہم کلی صفائی نہیں کر سکتے۔

کیونکہ ہمارے استعمال کا جو پانی آتا ہے اور جس سے ہم اپنے جسم کی صفائی کرتے ہیں اس میں بھی کئی قسم کی آلائشیں ہوتی ہیں اس لیے وہم میں مبتلا ہونے کا کوئی جواز نہیں۔

رازی۔ کتاب الملکی

کام:

انسانی معاشرہ کی بنیاد باہمی تعاون پر ہے ہم معاشرے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور اس طرح ہم زندہ رہتے ہیں۔

اس لیے ہم سب جو بالغ ہیں ان کا فرض ہے کہ کوئی ایسا کام کریں جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔ اپنے منتخب کام میں اپنی پوری صلاحیت کو استعمال میں لائیں اور پوری محنت صرف کریں۔

ہمیں کام کرتے ہوئے دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے کہ کام میں کوتاہی نہ کریں اور اپنی طاقت سے زیادہ کام نہ کریں۔ کوتاہی آپ کو مفلس بنا دے گی اور کام کی زیادتی آپ کو دوسروں کا غلام بنا دے گی اور آپ کی ذاتی آزادی ختم ہو جائے گی۔ اپنے پڑوسیوں سے کوئی چیز نہ لیں، ہاں اگر کوئی چیز کسی چیز کے تبادلے میں لی جائے یا آپ کو کوئی چیز پیش کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر کوئی معذور یا زخمی ہو تو وہ دوسروں سے کچھ لے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اس حالت میں کام کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔

اپنی ضرورت سے زیادہ کام نہ کریں، اگر آپ اپنے آپ کو دولت مند بنانے کی کوشش کریں گے تو اس میں آپ کا نقصان ہوگا، کیونکہ دولت آپ کی خوشیوں کو دبا دے گی۔ کام کرنے سے اس قدر کماؤ کہ آپ کی ضروریات پوری ہو جائیں اور کچھ رقم پس انداز کر کے حادثات وغیرہ کے لیے محفوظ رکھیں۔ بہترین دولت ہنر اور فن ہے۔ ہنر اور فن آپ کو دوسروں سے ممتاز بناتا ہے۔ مادی جائیداد اور دولت کبھی بھی محفوظ نہیں ہوتی جبکہ ہنر کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہنر ضائع ہوتا ہے۔

رازی۔ کتاب الملکی

نیکی:

(نیکی کی سادہ سی تعریف یوں ہے کہ آپ کو تمام لوگوں کے ساتھ انصاف سے پیش آنا چاہیے۔ دوسروں کے ساتھ وقار کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے، ہمدردی اور فیاضی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ سب لوگوں کو اچھی نظر سے دیکھنا چاہیے۔

لیکن جو لوگ بے انصافی کرتے ہیں دوسروں کی مخالفت کرتے ہیں اور معاشرتی فساد میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے ساتھ اپنا رویہ مختلف رکھیں۔ کچھ مذہبی گروہ اپنے ہی قوانین اور نظام اپنائے ہوئے ہوتے ہیں، جس سے وہ دوسروں سے ناانصافی کرتے ہیں، اس طرح وہ دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کچھ مذہبی گروہ صرف اپنی جماعت کے ارکان کے ساتھ ہی انصاف کرتے ہیں اور دوسروں کی کوئی مدد نہیں کرتے بلکہ بھوکوں اور بیماروں کی مدد سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ ایسے گروہ پورے معاشرے کے لیے خطرناک ہوتے ہیں اور اپنے مفاد کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

لیکن جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں وہ اپنے معاشرے میں بہت زیادہ عزت پاتے ہیں۔ اس لیے اپنا محاسبہ کریں کہ آپ نیکی کر رہے ہیں یا نہیں، اس طرح آپ کو دوسرے گروہوں کے حسد کے حملہ کا شکار بھی ہونا پڑ سکتا ہے۔ اگر آپ اپنی نیکی میں مہربانی اور رحم کو بھی شامل کر لیں تو آپ سے ہر کوئی محبت کرے گا۔)

رازی۔ کتاب الملکی

موت کا خوف:

اگر آپ کا عقیدہ موت کے بعد کی زندگی پر ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی دوسری زندگی اس زندگی سے بہتر ہوگی۔ پھر آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔

اگر موت کے بعد کی زندگی پر آپ کا عقیدہ نہیں ہے تو پھر آپ کو موت کا خوف لاحق رہے گا۔

موت صرف جسم کی ہے روح کی موت نہیں ہے اس لیے تمام تکالیف صرف جسم کو ہیں روح کو کوئی تکالیف نہیں ہے۔ جو زندہ ہے اس کو تکالیف کا سامنا کرنا ہے۔ یعنی زندگی نام ہی تکالیف کا ہے۔ اس لیے موت کے بعد تمام تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا اس سے خوف کھانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

رازی۔ کتاب الملکی

دنیا کے نظم وضبط میں نیکی اور بُرائی کا کردار:

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ مقدر کیا ہے۔ تو حضرت علیؑ نے کہا یہ ایک گہرے سمندر کی مانند ہے۔ اس شخص نے پھر پوچھا تو آپ نے کہا مقدر ایک دشوار گزار راستے کی مانند ہے، اس شخص نے تیسری بار پوچھا کہ مقدر کیا ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا۔ مقدر ایک بلند پہاڑ کی مانند ہے۔

اس کا مطلب کہ مقدر تین چیزوں پر مشتمل ہے کہ دنیا ایک نظم وضبط کے تحت ہے دنیا میں جو کچھ ہے وہ خدا کی مرضی کے مطابق ہے، خدا اس کے متعلق پورا علم رکھتا ہے اور اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی تمام اشیاء کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔ خدا کی مرضی ہے اور اس کی مرضی کے مطابق اس دنیا کا نظم وضبط چل رہا ہے۔

یہ دنیا جس کے متعلق ہم جانتے ہیں اس پر نیکی اور بُرائی کی طاقتیں اثر پذیر ہوتی ہیں۔ اس پر رہنے والی مخلوق نیکی کے عمل بھی کرتی ہے اور بُرائی کے عمل بھی کرتی ہے۔

اس سے ہم نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ نیکی اور بُرائی دونوں ہی اس دنیا کے نظم وضبط کا حصہ ہیں۔ ان دونوں طاقتوں کے بغیر اس دنیا کا ضبط مکمل نہیں ہو سکتا۔ اگر صرف نیکی اس دنیا میں موجود رہے اور بُرائی نہ ہوتو اس دنیا کے علاوہ اگلی دنیا کے بارے میں بھی ہم کچھ نہیں جان سکتے۔

خدا نے نیکی اور بُرائی کو اس دنیا کے نظم کا حصہ بنایا ہے۔

ابن سنیا۔ کتاب النجات

انتقام اور پابندیاں:

کچھ مذہبی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ گناہ گاروں کو بھاری زنجیروں میں جکڑا جائے گا، انہیں دھکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا، انہیں سانپوں اور بچھوؤں کا عذاب دیا جائے گا۔ اس دنیا میں اس وقت کیا ہوتا ہے جب لوگ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتے ہیں، پھر ان انتقام لینے والوں پر دوسرے لوگ زبردست حملہ کرتے ہیں۔ جبکہ خدا صاف صاف حکم دیتا ہے کہ انتقام مت لو، بلکہ معاف کر دینا بہترین انتقام ہے تو کیا وہی خدا خود گناہ گاروں سے انتقام لے گا؟

خدا نے انسانیت کو مقدس قوانین دیئے ہیں جو کہ کچھ کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور کچھ کام کرنے سے منع کرتے ہیں۔

اگر یہ قوانین نہ ہوتے تو لوگ بے یقینی کا شکار ہو جاتے کہ وہ خدا کے احکام کی پابندی کیسے کریں۔ اس طرح وہ بے علمی سے خدا کے حکم کی عدولی کرتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ کچھ پابندیاں ضروری ہیں تاکہ لوگ بُرائی کے راستے پر نہ چل نکلیں۔ اس لیے سزا کا خوف انسانی معاشرے کو ضبط میں رکھتا ہے۔ اگر سزا کا یہ خوف نہ ہو تو انسانی معاشرہ برائیوں کا شکار ہو جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ وہ سب کچھ بہتر جانتا ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ وہ تمام انسانوں سے اعلیٰ ترین فہم کا مالک ہے۔

ابن سنیا۔ کتاب النجات

قانون دینے والے کی ضرورت:

انسان، حیوانوں سے مختلف ہے۔ انسان دوسرے انسانوں سے علیحدہ نہیں رہ سکتا، انسان کو اپنی ضرورت کے لیے گروہی صورت میں ہی رہنا پڑتا ہے۔ انسانوں، دوسرے حیوانوں سے عقلی لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ ہے۔ اس لیے اس میں بہت سی خصوصیات ہیں۔

کچھ لوگ تعمیر کا ہنر جانتے ہیں، کچھ اناج اگانا جانتے ہیں، کچھ لوگ کپڑا بنانا جانتے ہیں۔

اس طرح ہر انسان کوئی نہ کوئی ہنر ضرور جانتا ہے اس لیے انسانوں نے مل جل کر رہنے کے لیے گاؤں وقصبے اور شہر تعمیر کیے۔

اس طرح انسان شہری تمدن کا عادی ہوگیا، باہمی تعاون، تجارت، وغیرہ کے لیے دیانت کی شدت سے ضرورت تھی۔ اس کے لیے قانون اور ضابطوں کی بھی ضرورت تھی۔ اس لیے کسی قانون دینے والے کی بھی ضرورت تھی تاکہ وہ اس معاشرے میں ضبط کو برقرار رکھے۔ وہ لوگوں سے اس انداز سے مخاطب ہو کہ لوگ اس کی بات کو سمجھیں۔ معاشرے کی فلاح اور ذاتی تحفظ کے لیے مردوں اور عورتوں کو ایک قانون دینے والے کی ضرورت تھی۔

ابن سنیا۔ کتاب النجات

پیغمبر بطور قانون دینے والا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکمل طور پر بنایا ہے اور اس انسان کو زندگی گزارنے کے لیے قوانین اور ضابطے بھی دیئے ہیں تاکہ اس کے اعمال مثبت رہیں۔ انسان کی تخلیق کا خاص مقصد تھا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فرشتے کافی تھے۔ کیونکہ انسان نے معاشرہ کو تشکیل دینا تھا اور اس معاشرے کے لیے کچھ قوانین کی بھی ضرورت ہے۔

اس لیے پیغمبر کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے لیے قوانین اور ضابطے دیئے۔ پیغمبر بھی اپنے معاشرے کے انسانوں میں سے ہی ہوتا ہے۔ وہ بھی انسانوں کی طرح ہی جسم رکھتا ہے، کھانا کھاتا ہے، پیتا ہے، شادی کرتا ہے، ماں باپ، بہن بھائی اور رشتے دار رکھتا ہے۔ لیکن وہ اپنی دیانت، شرافت، سچائی، کردار میں دوسروں سے لاثانی ہوتا ہے۔

پیغمبر اپنے معاشرے کے انسانوں کے لیے نہیں بلکہ کائنات کی تمام مخلوقات کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے قوانین لے کر آتا ہے جو فطری ہوتے ہیں اور دنیاوی معاشرے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے جبرائیل کے ذریعے اپنے پیغمبروں پر اپنے قوانین کو اتارتا رہا ہے۔ اور پیغمبران قوانین کو معاشرے پر لاگو کرتے ہیں۔

ابن سنیا۔ کتاب النجات

خارجی اور داخلی عبادت:

عبادت دو طرح کی ہے یا عبادت کے دو حصے ہیں۔ خارجی عبادت جو کہ ظاہر جسم سے کی جاتی ہے۔ داخلی عبادت جو کہ حقیقی عبادت ہے، اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے۔

مذہبی قوانین خارجی عبادت کو با قاعدہ طور پر بیان کرتے ہیں، مذہبی رہنما اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ عبادت کے ان بنیادی طریقوں سے لوگوں کو انحراف نہ کرنے دیں اور انہیں اسی بنیاد پر قائم رکھیں۔ خارجی عبادت انسانی جسم کی مختلف حرکات کے متعلق ہوتیں ہیں جس میں مخصوص عبادتی الفاظ بھی دہرائے جاتے ہیں۔

جبکہ داخلی عبادت کا تعلق خدا اور انسان کی روح اور دل سے ہوتا ہے۔ پیغمبران بھی داخلی عبادت کے حوالے سے خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑتے تھے۔ ایسی عبادت مراقبہ، غور و فکر اور اللہ تعالیٰ سے ایک خاص روحانی رابطے پر مشتمل ہوتی ہے۔

داخلی عبادت انسان اور اللہ کے درمیان ایک پوشیدہ ملاقات اور گفتگو کا نام ہے۔ اس میں کوئی مخصوص عبادتی الفاظ بھی دہرانا ضروری نہیں ہے۔ اس کا تعلق زمان و مکاں سے بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان و مکاں سے ماورا ہستی ہے اور اس سے کسی بھی وقت رابطہ کیا جا سکتا ہے اور وہ ہر جگہ موجود ہے خدا اور روح انسان کے درمیان خاص رابطے کا نام روحانی یا داخلی عبادت ہے جو کہ عبادت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

ابن سنیا۔ کتاب النجات

موت کا عمل:

آئیں موت کے عمل پر غور کریں، جب روح جسم سے علیحدہ ہوتی ہے تو موت کا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ روح اور جسم کے مشترکہ عمل کو صرف کئی سالوں تک مربوط رکھا جا سکتا ہے۔ روح کے مطابق ہی جسم اپنے افعال انجام دیتا ہے۔

جب روح اور جسم کے درمیان رشتہ کمزور ہونے لگتا ہے تو روح جسم پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دیتی ہے۔ یہ عمل ایک لمبے عرصے تک جاری رہتا ہے۔ غم بڑھتا ہے اور جسم میں درد کے آثار پیدا

ہوتے ہیں پورا جسم ایک عجیب سے احساس سے چلنے لگتا ہے، پھر تمام تکالیف ختم ہو جاتی ہیں۔ روح میں ایک خوشی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور موت کا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ روح جسم سے آزاد ہو کر عظیم مسرت سے ہمکنار ہوتی ہے۔

ابن سنیا۔ کتاب النجات

سائنس اور مذہب:

سائنس تمام کائنات میں موجودات کے مطالعہ کا نام ہے۔ خالقِ کائنات نے جو کچھ تخلیق کیا ہے اس کے اس تخلیقی فن کو سمجھنے کے لیے جو طریق کار استعمال کیا جاتا ہے وہ سائنس ہے۔
اس طرح ہم زیادہ نزدیک سے اس کی تخلیق کا مطالعہ کر سکتے ہیں اس طرح ہمارا مطالعہ زیادہ گہرائی تک چلا جاتا ہے۔ جبکہ اسی طرح مذہب کو بھی اس علم سائنس کی ضرورت ہے۔ سائنسی طریق کار اس سچائی کو زیادہ گہرائی سے بیان کرتا ہے جس سچائی کو ہم عام نظر سے دیکھتے ہیں۔
سائنس سے ہم نہ معلوم سے معلوم کی جانب جاتے ہیں۔ اس کا اصل اوزار عقل ہے۔ عقلی لحاظ سے جب کسی نہ معلوم کا تمام پہلوؤں سے جائزہ لیا جاتا ہے تو ہم معلوم کی جانب چلے جاتے ہیں۔ سائنس علم و تعلیم کی جامع ترین شاخ ہے۔ یہ انسانی فہم میں بہت زیادہ اضافہ کرتی ہے۔
ابن رشد۔ کتاب فصل المعکوب

مختلف عقائد کے لوگ:

لوگ مذہبی حوالے سے مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ مشاہدہ کی بنا پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ تخلیق کی شان کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس طرح وہ خالق پر ایمان لاتے ہیں۔
کچھ لوگ منطقی دلائل سے عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ مذہب کے حوالے سے تمام مباحث کو سن کر اور تمام مباحث پر غور و فکر کر کے اپنے نظریہ کے تحت عقیدہ اپناتے ہیں۔ کچھ لوگ کسی مذہبی عقیدے کو نہیں اپناتے، کیونکہ وہ مذہبی عقیدے کی پابندیوں کو عقل و فہم سے مانتے ہی نہیں اس طرح وہ دہریئے ہی رہتے ہیں۔

ابن رشد۔ کتاب فصل المعکوب

سچی اور عملی سائنس:

قرآن مجید کا مقصد سچائی کے علم اور نیک عمل کی تعلیم دینا ہے۔ سچائی کی سائنس خدا کے علم پر مشتمل ہے اور جو کچھ اس نے خلق کیا۔ مزید یہ کہ ہم اس دنیا میں کیسے خوش رہ سکتے ہیں اور مصائب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ بلکہ اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ دوسری دنیا میں بھی اس لیے قرآن کو عملی سائنس بھی کہا جا سکتا ہے۔

عملی سائنس کے دو حصے ہیں، ایک حصے کا تعلق ظاہری جسمانی اعمال سے ہے کہ لوگ مختلف حالات میں کیسے عمل کرتے ہیں۔ دوسرے حصے کا تعلق داخلی اور روحانی اعمال سے ہے۔ جیسے صبر، شکر اور دوسرے روحانی اعمال جن کو قرآن مجید میں فضل کا درجہ دیا گیا ہے۔

ابن رشد۔ کتاب فصل المعکوب

بعد الموت علامتی زندگی:

تمام مذاہب متفقہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعد الموت روحوں کو جزا و سزا کا حامل ہونا ہے۔ لیکن مذاہب اس زندگی کو مختلف حوالوں سے علامتی زندگی قرار دیتے ہیں۔ لیکن بعد الموت کی زندگی کا تصور مذاہب عالم میں کسی نہ کسی طور موجود ہے۔

ہمارے مذہب میں بعد الموت زندگی کا تصور علامتی کی بجائے مادی حوالے سے ہے۔ اس کو مسلمان مرد اور عورتوں کی بڑی تعداد درست تسلیم کرتی ہے۔ کیونکہ اس طرح لوگ نیکی کی زندگی کو اپنا کر معاشرے کو فساد سے پاک کرتے ہیں۔ مذہب کا یہ بنیادی عقیدہ بہت ہی مقبول ہے۔

لیکن روحانی حوالے سے یہ زیادہ درست ہے، لیکن اس سے لوگوں کے نیک رویے بنانے میں خاصی مشکل ہوتی ہے۔ جبکہ مادی حوالے سے لوگ بعد الموت کی زندگی کو زیادہ اہمیت دے کر اچھائی کے اعمال کرتے ہیں۔

ابن رشد۔ کتاب الکشف

کتابیات

اس کتاب میں تمام حوالہ جات مستند کتابوں سے دیئے گئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1- Attar, Farid al-Din, Muslim Saints and Mystics, tr. A.J.Arberry (London and New York, Viking Penguin, 1990)

2- Ghazali, The Faith and Practice of Al-Ghazali, tr. W.Montgomery Watt (Oxford, Oneworld Publications, 1994).

3- Ibn Arabi, Bezels of Wisdom, tr. R.W.J.Austin (New York, Paulist Press, 1980).

4- Ibn Ishaq, The Life of Muhammad, tr. A. Guillaume (London, Oxford University Press, 1955).

5- Ibn Rushd, Averroes, tr. George F. Hourani (London, Luzac & Co., 1961).

6- Ibn Sina, Avicenna on Theology, tr. A.J.Arberry (London, John Murray, 1951).

7- Junayd, The Life, Personality and Writings of al-Junayd, tr. Ali Hassan Abdel-Kader (London, Luzac & Co., 1962).

8- Nizam al-Din, Morals for the Heart, tr. Bruce B. Lawrence (New York, Paulist Press, 1992).

9- Quran, The Koran, tr. N.J. Dawood (London, Penguin Books, 1956).

10- Razi, The Spiritual Physick of Rhazes, tr. A.J.Arberry (London, John Murray, 1950).

11- Rumi, The Sufi Path of Love, tr. William C. Chittick (Albany, State University of New York Press, 1983).

12- Sadi, The Rose Garden, tr. Edward B. Eastwick (London, The Octagon Press, 1979).

13- Sells, M.A., Early Islamic Mysticism, (New York, Paulist Press, 1996).

BOOK HOME
اسلام
تاریخ، عقائد، فلسفہ
رابرٹ وین ڈی ویئر
Religion Series